سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

چندہ سالانہ
حکومت ووالیان ریاست سے [illegible]
امراء ورؤساء سے [illegible]
معاونین سے [illegible]
عوام سے [illegible]
ممالک غیر سے [illegible]

ہفتہ وار

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

الحکم

قادیان

دور جدید

The ALHAKAM QADIAN

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی
تراب احمدی
عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد
عرفانی
مجاہد مصری

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر ؛ بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-
۲۱-۲۸- تاریخ کو شائع ہوتا
ہے۔ قیمت فی پرچہ ۲؍

جلد ۳۸ | ۱۰ رمضان ۱۳۵۴ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۳ء یوم یک شنبہ | نمبر ۴۳

عریضہ عرفانی بخدمت سرپرستان "الحکم"

"الحکم" کے حصہ میں جو سعادت آئی ہے۔ وہ رب رحیم کا ایک خاص فضل اور رحم ہے۔ اور میں ایک بصیرت کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔ کہ میری کسی قابلیت تجویز یا فعل کا یہ ثمرہ نہیں۔ بلکہ

محض فضل اور رحم ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات کو جمع کرنے اور شائع کرنے کی جو توفیق اسے ملی ہے۔ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اسے سابق ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

"الحکم" کے اس دور جدید میں روایات کے جمع کرنے کا کام ہو رہا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ جس عمدگی۔ سرعت جامعیت کے ساتھ ہونا چاہئے۔ وہ نہیں۔ میں اس کے ادارہ "الحکم" کو اتنا ذمہ دار نہیں سمجھتا جتنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کو سمجھتا ہوں

میں نے ہر رنگ میں اپیل کی اور توجہ دلائی۔ مگر ایک غلط خیال کی وجہ سے اس طرف توجہ نہیں کی گئی اور وہ یہ ہے۔ کہ ہم نمود و نمائش نہیں چاہتے۔ خاکساری اور گوشہ گزینی کے جذبات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ مگر میں یقین سے لبریز دل کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ **ایک امانت** اپنے پاس رکھتے ہیں انہیں چاہئے۔ کہ

مرنے سے پہلے اسے "الحکم" کے ذریعہ ادا کریں

وہ امانت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے **واقعات۔ حالات۔ آپ کے کلمات طیبات نشانات** ہیں۔ اسی سلسلہ میں "الحکم" سے جو کچھ بن آتا ہے۔ وہ کرتا رہیگا۔ دوستوں کی توجہ "الحکم" کی طرف نہیں۔ وہ اسے محسوس کریں گے۔ مگر کب

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

"الحکم" کے ادارہ کو مالی تفکرات سے آزاد کرو جن لوگوں کے ذمہ بقایا ہے۔ وہ خود بخود ادا کریں۔ میں بعض حالات کے ماتحت مرکز سے باہر ہوں۔ گو دل انہیں محبوب گلیوں کا طواف کرتا رہتا ہے۔ "الحکم" کا نوجوان ایڈیٹر (**شیخ محمود احمد عرفانی**) جوانی میں بوڑھا ہو رہا ہے۔ باوجود مختلف قسم کی امراض کے حملوں اور اخبار کی ذمہ واریوں کے وہ **میدان جنگ** میں کھڑا ہے۔ اور میرے لئے اس سے بڑھ کر خوشی نہیں۔ کہ اس نے اپنے وجود سے ثابت کر دیا۔ کہ

وہ سلسلہ کی متاع ہے

سلسلہ کا امام اور جماعت چاہے۔ اس سے کام لے۔ پس "الحکم" کے **ادارہ** کو مالی حیثیت سے مضبوط کرو۔ میں جانتا ہوں۔ کہ مختلف قسم کی ذمہ واریاں بلا رہی ہیں۔ لیکن اسکے یہ معنے نہیں۔ کہ پہلے بوجھوں کو اتار کر پھینک دو۔ **حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ** نے "الحکم" کے لئے خود اپیل کی اور اپنی آخری ساعات میں اس کا ہاتھ اپنے **جانشین** اور امتہ احمدیہ کے مصلح اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولو العزم **خلیفہ** (ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) کے ہاتھ میں دیا یہ حقیقت ہے۔ مجھے ہمیشہ اس سے احتراز رہا ہے۔ کہ میں سرپرستان "الحکم" کی شکایت کروں۔ اور اب بھی

اس جذبہ سے توجہ نہیں دلا رہا ہوں۔ "الحکم" کو میں نے کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ گو "الحکم" میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے ہمیشہ پردہ رزق رہا۔ میں نے اس کے زندہ رکھنے کے لئے کبھی خرچ کرنے سے مضائقہ نہیں کیا۔ لیکن میں اب جبکہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں جا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اس کے لئے ایک مضبوط نظام کی بنیاد رکھدوں۔ اسی لئے میں اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس کار خیر میں میرے شریک ہوں۔ اس مقصد کے لئے میں "الحکم" کے لئے ایک سرمایہ **محفوظ** کا انتظام کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ کم از کم

دس ہزار ہونا چاہئے

اس رقم کا جمع کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ "الحکم" کسی خاص چندے کی اپیل نہیں کرتا۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے۔ کہ **ایک سو احباب** جنکو خدا تعالیٰ نے **وسعت مال** و دل دی ہے۔ وہ اور جہاں افراد نہیں وہاں جماعتیں

"الحکم" کے تمام فائلوں کا ایک ایک سٹ خریدیں

اسی ذریعہ سے سرمایہ محفوظ جمع ہو سکیگا۔ میں ابھی اس سلسلہ میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ تمام انجمنیں اپنا اخلاقی فرض سمجھیں کہ وہ

الحکم کو خریدیں

اور ہر **احمدی** بھی اس احساس کو پیدا کرے۔ خریدار حضرات وقت پر اپنا چندہ ادا کریں۔ اور دفتر سے جاری شدہ وی۔ پی قیمت اخبار کے وصول کر کے ہمارے ہاتھ کو مضبوط کریں۔ ضرورت ہے کہ ایڈیٹوریل سٹاف میں اضافہ کیا جائے۔ اور انتظامی عملہ مضبوط ہو۔ اسلئے کہ سلسلہ کی ضروریات شیخ محمود احمد عرفانی سے وقت کا مطالبہ کرتی ہیں اور میں ان خدمات کو الحکم سے بھی مقدم سمجھتا ہوں۔ پس احباب میرے

فیصلہ مجلس مشاورۃ ۳۵ء

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مجلس مشاورت ۳۵ء میں احباب کے مشورہ سے یہ فیصلہ فرمایا ہے۔ کہ جن موصیوں نے جائیداد کی وصیت کی ہوئی ہے۔ ان کو اس جائیداد کی آمدنی کے علاوہ باقی ہر قسم کی دوسری آمدنیوں پر انکو حصہ آمد ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ یعنی انکو ماہوار آمدنی کی وصیت بھی کرنی چاہیئے۔ اس وقت اس فیصلہ کو چھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن احباب نے اس فیصلہ کی تعمیل کی طرف توجہ نہیں کی۔ چونکہ اس فیصلہ کی تعمیل ضروری ہے۔ اس لئے ایسے احباب کو جلسہ سالانہ تک حصہ آمد کی وصیت کر دینی چاہیئے۔ ورنہ پھر ایسے موصیان کے نام مجلس کار پرداز میں سرٹیفکیٹ کی منسوخی کے لئے پیش کر دئے جائیں گے۔

سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

مسجدِ الاقصےٰ

نشانی مسجدِ اقصےٰ ہے یارب تیری رحمت کی / محمدؐ کی رسالت کی مسیحا کی صداقت کی
خدا کی پاک تعلیموں کی حامل تُو ہے دُنیا میں / تُو ہی ہے مسجدِ شرقی محمدؐ کی بشارت کی
شبِ معراج پہنچایا خدا نے شاہِ یثرب کو / حرم سے تا بہ اقصےٰ پلک بھر میں مسافت کی
تیری اس سادگی پر جائیں قرباں سینکڑوں معبد / بشارت پاک قرآں نے ہے دی تیری وجاہت کی
تیری ان خام دیواروں میں مضمر رازِ اسرا ہے / دکھائی تجھ میں بعثت اپنے پیارے کی رسالت کی
بھلا یہ خشک مُلّانے تیری عظمت کو کیا جانیں / خدا کے دین کا مرکز ہے تو جاذب ہر رحمت کی

تیرے مینارِ عالی سے خدا کا دین پھیلے گا
خبر دی ہے مسیحِ وقت نے اقصیٰ کی رفعت کی

(خاکسار عبد الحکیم احمدی از دہلی)

جلسہ سالانہ کی تاریخوں میں تبدیلی کے متعلق اعلان

جلسہ میں شامل ہونے والے غیر احمدی اصحاب کے متعلق ضروری گزارش

(۱) اب کے چونکہ رمضان المبارک کا اختتام ایام جلسہ سالانہ کے بالکل قریب ہو گا۔ اور ممکن ہے۔ کہ عید ۲۸ دسمبر کو ہو جائے۔ اس لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت جلسہ سالانہ کی سابقہ تاریخوں میں اسقدر تبدیلی کی گئی ہے بجائے ۲۶، ۲۷، ۲۸ کے ۲۵-۲۶-۲۷ مقرر کی گئی ہیں۔ تاکہ عید سے قبل جلسہ ختم ہو سکے۔ احباب کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے۔ اور ۲۵ دسمبر تک قادیان پہنچ جانا چاہیئے۔

(۲) "الفضل" میں جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے جو اعلانات شائع ہو چکے ہیں۔ اور جن میں شریف اور متلاشیان حق اصحاب کو قادیان آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ان کے متعلق یہ وضاحت کی جاتی ہے۔ کہ (۱) ایسے اصحاب کو کسی نہ کسی احمدی کی ذمہ داری پر تشریف لانا چاہیئے۔ (۲) جنہیں ہماری طرف سے دعوت پہنچے وہ تشریف لائیں۔ یا (۳) جو اپنے طور پر آنا چاہیں۔ وہ تشریف آوری سے قبل اطلاع دیکر دعوت نامہ حاصل کر لیں۔ تاکہ ہم ان کی رہائش وغیرہ کے متعلق انتظام کر سکیں۔ ان تینوں طریق کے علاوہ اگر کوئی آئے گا۔ تو وہ ہمارا مہمان نہیں ہو گا۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

قابل توجہ موصیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضمیمہ الوصیت میں وصیت کو دو اخباروں میں شائع کرانا موصی کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن ۳۵ء سے پہلے کے موصیوں نے وصایا کو اخباروں میں شائع نہیں کیا ہے۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل ضروری ہے۔ اور بغیر اسکے بعض دفعہ وصیت کا مال وصول کرنے میں دقتیں بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے اس اعلان کے ذریعہ تمام موصیوں کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ وہ جلد سے جلد اپنی وصایا کو دو اخبارات میں شائع کرائیں۔ چونکہ یہ کام فرداً فرداً ہر شخص کے لئے مشکل ہے۔ اس لئے مجلس نے اس کے لئے چار روپے فی وصیت مقرر کر دئے ہیں۔ پس ہر موصی کو چار روپے جلد سے جلد خزانہ صدر انجمن میں ارسال کر دیں۔ تاکہ ان کی طرف سے اعلان کرایا جا سکے۔ جن موصیوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ ان کے سرٹیفکیٹ منسوخ کر دئے جائیں گے۔ اگر کسی نے اعلان کرایا ہوا ہو۔ تو ان اخباروں کا حوالہ ارسال کر دیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ
قادیان

کتاب سلک مروارید حصہ اول و دوم شائع ہو گئی ہے۔ قیمت ہر دو حصہ ۱۰/ علاوہ محصول ڈاک

مینیجر "الحکم" بکڈپو کو لکھیں۔

سیرت المہدی کا ایک ورق

تصحیح روایات

از خاکسار عرفانی

"الحکم" میں جو سلسلہ جمع روایات کا شروع ہے۔ یہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔ لیکن روایات کے بیان کرنے میں بعض اوقات دور کے واقعات ہونے کی وجہ سے بعض فرو گذاشتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ میں حتی الوسع غائر نظر سے دیکھتا رہتا ہوں۔ اور اگر کوئی روایت میرے علم میں ایسی آجائے۔ جس کے متعلق کسی صراحت یا اصلاح کی ضرورت ہو تو میں جلد سے جلد اس پر توجہ کرتا ہوں۔

میں اپنے دوستوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کو یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ وہ محض اس خوف سے کہ نہیں معلوم روایت کے بیان کرنے میں غلطی نہ ہو جاوے۔ اپنے علم کو ضائع نہ کریں۔ وہ اپنی نیک نیتی کا ثواب حاصل کر لیں گے۔ اور انشاء اللہ العزیز روایت کی اصلاح بھی کر دی جائیگی۔

میں اس وقت روایتوں کی صحت کے اصولوں پر بحث نہیں کرونگا۔ بلکہ سردست مقصد یہ ہے۔ کہ اگر کسی روایت سے کسی تاریخی غلطی کا امکان ہو۔ تو اس کی اصلاح کر دی جائیگی۔ ایسے رنگ میں۔ کہ واقعات اس کے مؤید ہوں۔

۱۰ نومبر ۱۹۳۵ء کے الحکم میں میرے محترم بھائی میر قاسم علی صاحب کی روایات درج ہوئی ہیں۔ میر صاحب نے سفر کے سلسلہ میں بعض **واقعات** کا اظہار کیا ہے۔ میں بحمد اللہ اس سفر میں حضرت کے ہمرکاب تھا۔ اور خوش قسمتی سے مجھے رہنے کی جگہ بھی حضرت اقدس کے بہت قریب مل گئی تھی۔ اس سفر کے حالات شائع شدہ ہیں۔

مخدومی میر صاحب نے ایک واقعہ (جو الحکم کے صفحہ ۶ پر شائع ہوا ہے) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق لکھا ہے۔ کہ میر صاحب قبلہ نے حضرت اقدس کی جیب میں کچھ پڑا ہوا ہے۔ جو چبھتا ہے۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا۔ تو اینٹ کا ایک روڑا تھا۔ میں نے نکال ڈالا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ نہیں وہیں جیب میں رکھ دو۔ یہ میاں محمود کا ہے۔ وہ امانت امانت دے گئے تھے۔"

میر صاحب قبلہ نے اسے اپنا مخصوص اور مدرک واقعہ بیان کیا ہے۔ مگر مجھے شبہ ہے۔ کہ انکے دماغ میں ایک پرانے واقعہ کا تذکرہ ہجوم محبت میں تازہ ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی عمر سفر دہلی کے وقت سولہ برس سے کم نہ تھی۔ اور آپ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے خارق عادت روحانی اور علمی ترقی کر رہے تھے۔ ان ایام میں آپ کی طرف کبھی منسوب نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ اس **بصیرت** اور **معرفت** کے بعد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حاصل ہو چکی تھی۔ ایک اینٹ کا ٹکڑا آپ کی جیب میں امانت کے طور پر رکھدیں۔ یہ واقعہ اس عمر میں **آقا** اور **غلام** دونوں کی شان سے بعید ہے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ ایسا ایک واقعہ گذرا ہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی عمر چار سال کے قریب تھی۔

اور اس واقعہ کو حضرت مخدوم الملت مولانا عبد الکریم رضی اللہ عنہ نے ہی سب سے اول پبلک کیا۔ اور جس انداز سے اسکو پیش کیا ہے وہ ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ میرا خیال یہی ہے۔ کہ حضرت میر صاحب کے دماغ میں وہی واقعہ محفوظ رہا ہے۔ ورنہ دہلی میں ایسا کوئی مظاہرہ نہیں ہوا۔

دوسری بات مخدومی میر صاحب نے یہ لکھی ہے۔ کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے حضرت اقدس کو مراقبہ کے لئے کہا۔ اور آپ نے مراقبہ کیا۔

اس کے متعلق بھی میر صاحب کو یاد نہیں رہا حضرت اقدس نے کوئی مراقبہ نہیں کیا۔ اور نہ کہا گیا۔ حضرت اقدس نے حضرت محبوب الٰہی رضؒ کے مزار پر دعا کی۔ آپ کا معمول تھا۔ کہ آپ کی دعائیں آپ نے ان قبور پر جانے کے لئے فرمایا تھا۔ تو جہاں تک مجھے یاد ہے۔ ایک بات فرمائی تھی جو شائع ہو چکی ہے اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ زمین سے اوپر والے توجہ نہیں کرتے۔ کہ اس کے نیچے جو صلحا دفن ہیں۔ ان کے لئے دعا کریں غرض آپ حضرت محبوب الٰہی رضؒ صاحب کے مزار پر دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا تھا کہ۔ اگر میں توجہ کرتا۔ تو صاحب مزار سے باتیں کر لیتا۔ یہ میں مفہوم دے رہا ہوں۔ اصل واقعات شائع شدہ ہیں۔

غرض آپ نے کسی مزار پر مراقبہ نہیں کیا۔ اور خواجہ حسن نظامی صاحب نے یہ خواہش کی تھی۔ کہ اگر آپ اپنی تشریف آوری کے متعلق چند سطریں لکھدیں۔ تو میں انہیں بطور یادگار رکھونگا۔ آپ نے وعدہ فرمالیا اسکے ایفاء میں خواجہ صاحب کو ایک خط لکھدیا۔ وہ بھی بعد میں شائع ہو گیا تھا۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان دو **واقعات** کی تصریح یا تصحیح نہایت ضروری تھی۔ اسلئے کہ ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پاک سیرت سے ہونے کے علاوہ اس طریق عمل پر مؤثر ہے۔ جو آپ نے اپنی جماعت کے لئے سلوک منزلوں کو طے کرنے کے لئے تعلیم فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ میں نے اسی پاک جذبہ سے اس کو لکھا ہے۔ کہ میرے آقا کی زندگی کے اوراق صاف صاف پڑھے جائیں۔

(خادم عرفانی از سکندرآباد دکن)

روایات

(از جناب حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی)

میری عمر قریباً بائیس تئیس سال کی تھی۔ جب میں لکھو کے ضلع فیروزپور میں حافظ محمد صاحب مفسر تفسیر محمدی، زینت الاسلام۔ محامد الاسلام وغیرہ کے درس میں پڑھتا تھا۔ تو ان کے بڑے صاحبزادے مولوی محی الدین صاحب (جو عبد اللہ صاحب غزنوی کے خلیفہ تھے) کے ہاتھ میں اکثر اوقات میں ایک کتاب دیکھا کرتا تھا جس کا وہ مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کی کہ مولوی صاحب یہ کونسی کتاب ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ ایک مجدد کی کتاب ہے۔ پھر میں نے سوال کیا۔ کہ مجدد کون ہوتا ہے۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم نے مشکوٰۃ نہیں پڑھی۔ میں عرض کیا۔ کہ پڑھی ہے۔ پھر انہوں نے مشکوٰۃ سے باب العلم نکالکر "ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ" اخیر تک ساری حدیث دکھائی۔ میں نے پوچھا۔ کہ مجدد کہاں ہے۔ کہاں پیدا ہوا ہے۔ مولوی محی الدین صاحب نے فرمایا۔ قادیان میں پیدا ہوا ہے جو کہ ضلع گورداسپور میں ایک بستی ہے۔

یہ سن کر میرے دل میں بھی جوش پیدا ہوا۔ کہ جس کے متعلق "ان اللہ یبعث" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں بھی اسکو ملوں۔ چنانچہ جو کتابیں میرے سبق میں تھیں۔ وہ میں نے جلدی جلدی ختم کیں۔ اور پاپیادہ قادیان کی طرف چل پڑا۔ ان دنوں یہ بھی مشہور تھا۔ کہ حضرتؑ صاحب نے ایک لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی کی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی سننے میں آیا۔ کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

مجھے خوب یاد ہے۔ کہ میں عین دوپہر کے وقت قادیان میں چھوٹی مسجد میں پہنچا۔ جس میں صرف چار پانچ آدمی کھڑے ہو سکتے تھے۔ چند منٹ کے بعد حضرتؑ صاحب تشریف لے آئے۔ ملاقات کے بعد میں نے یہی سوال پیش کیا۔ کہ حضور نے تو لڑکے کی پیشگوئی فرمائی تھی مگر لوگ کہتے ہیں۔ کہ لڑکی ہوئی ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ لڑکا ہوا ہے۔ اور میں آپ کو دکھا دیتا ہوں۔ چنانچہ حضور اندر تشریف لے گئے۔ اور لڑکے کو دونوں ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تشریف لائے۔ اس پر ایک سرخ رنگ کا رومال تھا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں کس طرح معلوم کر سکوں۔ کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی۔

آخر رومال اٹھا کر دکھایا گیا۔ تو وہ لڑکا تھا۔ میرے خیال میں وہ بشیر اول تھا۔ ان دنوں حضرتؑ صاحب کے پاس ایک دو مہمان آیا کرتے تھے۔ اور آپ مہمانوں کے ساتھ ملکر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ میرا کھانا حضور اپنے دست مبارک سے خود اٹھا کر لائے بعد مجھے حضورؑ

کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ اس روز ساگ میں بٹیر پکے ہوئے تھے۔ آپ نے بٹیر کی بوٹیاں اٹھا کر خود میرے سامنے رکھیں۔ اور فرمایا۔ کہ آپ کھائیے۔

دو تین دن کے بعد میں نے بوقت رخصت عرض کی کہ حضور میں آپ کی بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ابھی مجھے حکم نہیں۔ ان دنوں مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ ابھی تشریف نہیں لائے تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے آپکے مجدد ہونے کی خبر دی۔ اور پھر آپ کا طریق عمل۔ نمازوں میں خشوع و خضوع۔ اور اعلیٰ اخلاق دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ اور میں نے عہد کر لیا۔ کہ جب کبھی بھی بیعت کرونگا۔ تو انہی کی کروں گا۔ یہ سب واقعات میں نے اپنے استادزادہ اور استاد مولوی نجم الدین صاحب سکنہ شادی وال ضلع گجرات کو لکھدیئے۔ کیونکہ وہ میری ہر ایک بات کو باور کرتے تھے۔ پھر میں نے واپس وطن پہنچکر استاد صاحب موصوف کو سارے واقعات زبانی بھی سنادئے۔ اور جن کو سنکر وہ مطمئن ہو گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوئے مسیحیت و مہدویت کیا۔ تو پھر حیات مسیحؑ کے خیال نے حاضر خدمت ہونے سے روکے رکھا۔ ان دنوں میں وزیرآباد میں مدرسہ اسلامیہ میں مدرس تھا۔ وزیرآباد کے دوستوں سے ایک شخص شیخ محمد جان صاحب نامی (جو آجکل مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیال ہیں) اور منشی شادی خاں صاحب جو مقبرہ بہشتی میں مدفون ہیں اور حضرت مولوی نورالدین صاحب جموں کے زمانہ سے میرے واقف تھے۔

وہ آکر کوئی نہ کوئی اشتہار مجھے دیدیتے۔ آخر میری توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ کہ حیات و وفات مسیح کے متعلق تحقیقات کرنی چاہیئے۔ میں اس تفتیش میں تھا۔ کہ وزیرآباد میں ایک مباحثہ احمدیوں اور اہل حدیثوں میں قرار پایا۔ اہل حدیثوں کی طرف سے مولوی ہدایت اللہ اور احمدیوں کی طرف سے مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مناظر مقرر ہوئے۔ شرط یہ قرار پائی۔ کہ سوائے علماء فریقین کے حاضرین میں سے کوئی بولنے کا مجاز نہیں۔ جو بولیگا۔ اسے مجلس سے نکال دیا جائے گا۔

احمدیوں کی طرف سے اہل حدیث علماء پر یہ سوال کیا گیا۔ کہ حیات مسیح پر کوئی قطعیۃ الدلالت استدلال پیش کیا جائے۔ جس پر فریق مخالف سخت تذبذب میں پڑ گیا۔ اور کوئی کافی جواب نہ دے سکا۔ تو میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے عرض کی۔ کہ ایک میری عرض سن لیں۔ کہ مشروط یہ ہے۔ کہ جو بولے مجلس سے نکال دیا جائیگا میں مجلس سے نکلنے پر تیار ہوں۔ مگر بات بھی تو کر لوں۔ چونکہ ان دنوں شہر میں میرا بہت اثر تھا۔ اور وقعت تھی۔ اس لئے سب نے کہا۔ ہاں فرمائیے۔ جو فرمانا ہے میں نے کہا۔ کہ جب فریق مخالف کی طرف سے قطعیۃ الدلالت استدلال کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ تو کیوں نہیں ایسی سند پیش کی جاتی۔ اور اگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ تو پھر بے سند اعتقاد پر اڑے رہنا ایمانداری کے خلاف ہے۔ اس پر ہماری اہل حدیث کی ساری مجلس مجھ پر سخت ناراض ہوئی۔ اور مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ اور مجھے کہا۔ کہ مجلس میں تم نے ایسا کیوں کہا۔

الغرض مجھے یقین ہوگیا۔ کہ عیسٰی ابن مریم واقعی فوت ہوگئے ہیں۔ اب یا تو ان حدیثوں کو موضوع سمجھا جائے۔ اور یا ان کو بحال رکھ کر "امامکم منکم" کی تاویل کی جائے۔ جن پر میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ مسیح مر گیا۔ اور وہ "امامکم منکم" اسی امت میں سے پیدا ہوگا۔ مگر بیعت نہ کی۔ ان دنوں حضرت صاحب کی کتاب فیصلہ آسمانی نظر سے گذری جس میں استخارہ کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔

آخر میں ...... نے اور میرے چھوٹے بھائی حافظ غلام محمد صاحب سکنہ اہیر کے ضلع گجرات۔ اور مولوی نجم الدین صاحب سکنہ شادی وال نے باہم مشورہ کرکے استخارے شروع کر دئے۔ وہ رمضان المبارک کے دن تھے۔ ان دنوں حافظ روشن علی صاحب مرحوم قرآن شریف حفظ کر چکے تھے۔ اور تراویح میں قرآن سنایا کرتے تھے۔ جیسا کہ شاگرد استادوں کو سنایا کرتے ہیں۔

استخارہ

الغرض ہم تینوں کو اپنے استخارہ کے نتیجہ سے اپنے اپنے رنگ میں یہ ثابت ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود من جانب اللہ ہیں۔ انہی دنوں میں مہوتسو کا جلسہ لاہور میں قرار پایا جس کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ میرا مضمون سب پر بالا رہے گا۔ ان دنوں میں اس قدر بیمار تھا۔ کہ بغیر کسی کے سہارا دئے چل نہیں سکتا تھا۔ مگر یہ جلسہ دیکھنے کے لئے میں افتاں و خیزاں پہنچا۔ اور میرے ایک دوست اہل حدیث مولوی غلام نبی صاحب (جو ابھی تھوڑا عرصہ ہوا فوت ہو گئے ہیں) میرے ساتھ تھے۔ جب حضرت صاحب کا مضمون پڑھا جا رہا تھا۔ تو وہ جھومتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ واللہ اگر یہ مجدد نہیں تو اور کون مجدد ہے۔ وہ کسی بد صحبت کے باعث اس نعمت سے محروم رہ گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضور کی برکت سے مرض جاتی رہی

میں نے جلسہ میں دعا کی کہ اے میرے مولیٰ اگر یہ شخص تیری طرف سے ہے۔ اور صادق من عند اللہ ہے تو اس کی برکت سے میری بیماری دور فرما۔ اور مجھے اس بیماری سے نجات عطا فرما۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جلسہ گاہ کے بیرونی دروازے سے باہر نکلتے ہی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ گویا بیماری مجھے کبھی ہوئی ہی نہ تھی۔ اس وقت سے آج تک اس بیماری نے عود نہیں کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب میرا دل قادیان پہنچنے کے لئے مضطرب اور بے قرار ہو گیا۔ مگر میں نے اپنے استاد مولوی نجم الدین صاحب اور اپنے بھائی حافظ غلام محمد صاحب کو ساتھ لے جانا ضروری سمجھا۔ حتیٰ کہ ان کو بھی ساتھ لیا۔ اور قادیان پہنچا۔ گو مباحثات اور استخارہ کے نتیجہ سے صداقت ظاہر ہو چکی تھی۔ مگر بظاہری علوم کے استدلال کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ میں نے حضرت صاحب کو اپنے استاد کی طرف سے بدیں الفاظ عرض کیا۔ کہ حضور یہ میرے استاد ہیں۔ میں ان کی طرف سے سوال کرتا ہوں۔ ابھی حضرت صاحب خاموش ہی تھے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ فوراً بول پڑے۔ کہ یہ آپ کے استاد ہیں۔ آپ ان کی طرف سے سوال کریں۔ میں حضرت مسیح موعود کا غلام ہوں۔ آپ کی طرف سے جواب دونگا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے یاجوج ماجوج۔ دجال۔ اور حیات وفات مسیحؑ کے متعلق جواب دئے۔

چند منٹ ہی گزرے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے درافشانی شروع فرمائی۔ اپنی تقریر میں جتنے سوالات مولوی نجم الدین صاحب کے نوٹ میں تھے سب کا جواب بالتفصیل دے دیا۔ مولوی صاحب ہکا بکا رہ گئے۔ مجلس برخواست ہونے کے بعد مولوی نجم الدین صاحب سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپ کس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ واقعی یہ شخص علم آسمانی کا واقف ہے۔ اور صاحب الہام ہے۔ اور اپنے دعوئے میں سچا ہے۔ اگرچہ مولوی صاحب کے یہ الفاظ میرے عین مطابق تھے۔ مگر میں نے تجاہل عارفانہ کے طور پر کہا۔ کہ مولوی صاحب ابھی جلدی نہ کریں۔ ابھی ہم نے بعض معتبر کتب بھی دیکھنی ہیں۔ خیر رات گذر گئی صبح خلیفہ اول مرحوم کے کتب خانہ میں جاکر بعض کتب سے حوالجات دیکھے۔ وفات مسیح یقینی طور پہ ثابت ہو گئی اور قاموس جو لغت کی بڑی کتاب ہے اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ دجال ایک فرقہ عظیمہ کا نام ہے۔ نہ کہ شخص واحد کا اور "الدجال یمیل علی حمار اقمرہ۔ وفی اذنیہ سبعون باعاً" کی کیفیت معلوم ہو گئی۔

بیعت

دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں مغرب کی نماز کے بعد میں نے اپنے استاد مولوی نجم الدین صاحب سے عرض کیا کہ اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے قائم ہوئی ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہے۔ تو میں نے کہا۔ کہ کیا۔ مجھے اجازت ہے کہ میں بیعت کر لوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں بے شک کر لیں۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کے لئے پہلا ہاتھ میں نے رکھا۔ دوسرا میرے بھائی نے رکھا۔ پھر مولوی صاحب سے کہا۔ کہ جب آپ نے مسیح موعود کی تصدیق کر دی۔ اور مجھے اجازت بھی دیدی۔ تو پھر آپ بھی بیعت میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنا ہاتھ رکھدیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

بیعت کے بعد جو حالات مجھ پر گزرے انکا میں جملاً اتنا ذکر کر دیتا ہوں۔ کہ میری سابقہ عزت اور وجاہت اور مکانات سب چھن گئے۔ جنہوں نے الحمد سے لیکر والناس تک مجھ سے قرآن حفظ کیا تھا۔ انہوں نے وہ میری مخالفت کی۔ کہ الامان۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ میرے باطل خیال کا نتیجہ تھا۔ چونکہ میں دیکھتا تھا۔ کہ شہر وزیرآباد کا اکثر حصہ میرے زیر اثر ہے۔ اس لئے میرا خیال تھا۔ کہ جب میں نے بیعت کر لی۔ تو بہت سا حصہ شہر کا میرے ساتھ شامل ہو جائیگا۔ مگر یہ میرا وہم باطل تھا۔ جس کے اندر شرک خفی تھا۔ جب میرے مکان چھن گئے۔ اور مجھ پر دیوانی فوجداری مقدمات کئے گئے۔ تو میرے مولیٰ نے فوجداری مقدمہ میں "انا منجوک و اہلک" الہاماً فرما کر مجھے نجات دی۔ اور فریق مخالف کو نادم کیا۔ اور دیوانی مقدمہ میں ثم ان الذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور الرحیم۔ فرما کر مطمئن کر دیا۔ اور دوران مقدمہ میں ھنالک ابتلی المومنون و زلزلوا زلزالاً شدیداً فرما کر تسلی دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مکان چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے مجھے دو مکان دیدئے۔ اور اس کے بعد مجھے قریشی خاندان سے دو معزز ناطے عنایت فرمائے۔

اب میں زبانی زبان قال سے زبان حال کا اقرار کرتا ہوں

پنجابی زبان کے دو شعر سناتا ہوں ؎

یا اللہ جے بدن میرے دے ہون وال زباناں
تے ہر اک نال میں گاواں تیریاں انہاں احساناں
اک ذرہ شکر احساناں تیریاں ادا نہیں کرسکاں
تحریراں تقریراں بھاویں کو کرکے پیا تھکاں

اب اس بات کے بعد حضرت صاحب کے جو مجھ پر عنایات اور التفات گزرے۔ ان کا مختصر ذکر کرتا ہوں۔

کرمدین کے مقدمہ میں جب حضرت صاحب گورداسپور تشریف فرما تھے۔ تو میں ایک دن صبح کے وقت گورداسپور پہنچا۔ حضور لیٹے ہوئے تھے۔ میں آپ کے پاؤں دبانے لگ گیا۔ چونکہ میرا دبانا اپنے بزرگوں کی خدمت کرنے کی وجہ سے بالکل نرالا تھا۔ حضورؑ نے چہرہ مبارک سے پردہ ہٹا کر مجھے دیکھا۔ اور خاص طور پر مصافحہ فرمایا۔ اور میری خیریت دریافت فرمائی پھر میں نے عرض کیا۔ کہ حضور آپؑ مجھے پہچانتے ہیں۔ آپؑ نے بڑے تلطف سے فرمایا۔

کیا حافظ صاحب میں آپ کو بھی نہیں پہچانتا

اس دن اتفاق سے جمعہ تھا۔ تو کسی صاحب نے کہا۔ کہ حضور آج جمعہ ہے۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب بھی نہیں ہیں۔ خطبہ کون پڑھیگا۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ **حافظ صاحب جو ہیں**۔ یہ سنکر میں کانپ گیا۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ کہ میں کسطرح حضرت صاحب کے سامنے خطبہ پڑھ سکوں گا۔

غرض جمعہ کی آذان ہونے سے پہلے ہی میں ایک کنارے پر جاکر بیٹھ گیا۔ کہ کسی طرح اس بوجھ سے بچ جاؤں۔ مگر جب دوسری آذان ہوئی۔ تو دریافت کیا گیا۔ کہ حافظ وزیرآبادی کہاں ہیں۔ آخر مجھے پیش کیا گیا۔ میں نے حضور کے کان کے قریب آہستہ آواز سے عرض کیا۔ کہ میں حضور کی موجودگی میں کس طرح خطبہ پڑھ سکونگا۔ میں گنہگار ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ آپ فکر نہ کریں آپ کھڑے ہوجائیں۔ خطبہ شروع کردیں۔ میں آپ کے لئے دعا کرونگا۔ غرضیکہ میں کھڑا ہوگیا۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ میں نے سورہ فرقان کا پہلا رکوع پڑھ کر جو خدا نے چاہا بیان کیا۔ اور جمعہ پڑھایا۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس تاریخ سے لیکر آجتک میں اپنی حسب استعداد اپنے آپ میں قوت بیانیہ پاتا ہوں۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اس وقت میں اتنے پر ہی بس کرتا ہوں۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔

دفتر ”الحکم“ کے اعلانات

(۱) احباب نوٹ کرلیں۔ کہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو ”الحکم“ کی جلد ۳۸ ختم ہو جائیگی۔

(۲) اور جلد ۳۹ کا پہلا پرچہ ۱۴ر جنوری ۱۹۳۶ء کو انشاءاللہ احباب کے ہاتھوں میں پہنچ جائیگا۔

(۳) جن احباب کے ذمہ ”الحکم“ کے بقایاجات ہیں۔ وہ ازراہ کرم جلد بذریعہ منی آرڈر بھیج کر ممنون فرمائیں۔ اور جو کسی وجہ سے بھیج نہ سکیں۔ وہ جلسہ پر اپنی اپنی قیمت لے آئیں۔ اور جو احباب سال بھر اخبار وصول کرنے پر بھی قیمت ادا نہ کرینگے۔ مجھے ”الحکم“ کے اجراء و بقاء کے لئے اگر کوئی صورت ایسی اختیار کرنی پڑے۔ جو انکو پسند نہ آئے۔ تو اس کی تمام تر ذمہ واری ان پر ہوگی۔ اس لئے ہر وہ دوست جو قیمت ادا نہیں کرسکا۔ وہ جلسہ تک قیمت ادا فرماکر مجھے شکریہ کا موقعہ دے۔

(۴) معاونین اور انصار الحکم کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ جلسہ کی تقریب پر ۳۶ء کی قیمت پیشگی ادا فرماکر مجھے خاص شکریہ کا موقعہ دیں۔ (محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم)

میں کیونکر احمدی ہوا

جناب شیخ غلام مرتضیٰ صاحب پٹواری کے حالات

شیخ غلام مرتضیٰ صاحب پرانے صحابیوں میں سے ہیں۔ ان کی معرفی کے لئے اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ شیخ یوسف علی صاحب بی۔ اے سابق پرائیویٹ سیکرٹری حضرت امیرالمومنین ان کے فرزند ارجمند ہیں۔ شیخ صاحب کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ صاحب کو احمدیت سے برگشتہ کرنے کے لئے مخالفوں نے نہایت ناپاک طریقے اختیار کئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی سچی کوشش کو ضائع نہ کیا۔ اور ان کو احمدیت سے نہ صرف قائم رکھا۔ بلکہ کامل اطمینان اور تسلی بخشی۔ (ایڈیٹر)

میں وڈالہ بانگر متصل کلانور ضلع گورداسپور کا باشندہ ہوں۔ اور قوم کا شیخ قانون گو ہوں۔ میرے والد بزرگوار شیخ عمر بخش صاحب مرحوم کمال درجہ کے عابد زاہد شخص تھے تمام عمر پٹوار کی ملازمت کرتے رہے۔ میری والدہ ماجدہ بھی نہایت عابدہ زاہدہ تھیں۔ میں نے گھر میں ہی عربی فارسی کی تسلیم حاصل کی۔ اور پٹوار کا امتحان پاس کیا۔ اور اپنے ہی ضلع میں پٹواری کا کام کرتا رہا۔ ہمارے خاندان میں احمدیت کی بنیاد میرے چچازاد بھائی شیخ عبداللہ صاحب مرحوم کی وجہ سے ہوئی۔ عزیز موصوف بڑا متقی پرہیزگار آدمی تھا۔ جو سب سے پہلے قادیان جاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرآیا۔ اور ہر وقت مجھے بھی تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ کہ جس مسیح کی آمد کی خبر کتب احادیث سماوی میں پائی جاتی ہے۔ ان کی بعثت قادیان شریف میں ہوگئی ہے۔ جس کی صداقت احادیث معتبرہ اور کلام ربانی سے ثابت ہوتی ہے۔ چونکہ میں نے انکو راستباز سمجھ کر بیعت کرلی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائیں۔ اس وقت میری عمر قریباً چالیس سال کی تھی۔ اور یہ ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے۔ ان کی تحریک پر اخبار ”الحکم“ جاری کرائی گئی۔ جب وہ اخبار آتی۔ تو بھائی صاحب عبداللہ تا وقتیکہ اخبار ختم نہ ہوجاتی۔ مجھے پڑھکر سناتے رہتے اخبار الحکم کے پڑھنے سے میرے دل کو مرزا صاحب سے محبت کی کشش ہوئی۔ کیونکہ روزانہ الہامات جو اخبار میں درج ہوتے تھے۔ اور عین وقت پر پورے ہوتے تھے۔ ان کے دعوے کی صداقت کا مجھے اطمینان ہوگیا۔ اور میں نے چندہ بھیجنا شروع کردیا۔ اسی اثنا میں براہین احمدیہ کا کچھ حصہ تالیف ہوچکا تھا۔ وہ بذریعہ ڈاک قادیان شریف سے منگایا گیا۔ وہ کتاب کیا تھی۔ گویا اس نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اور یہی دل میں آیا۔ کہ جاکر ان کی زیارت کروں اور بیعت کا شرف حاصل کروں۔ میں اپنے متعلقین کو ہمراہ لیکر تین یکے کرایہ کرکے ۱۹۰۲ء بوقت گیارہ بجے دن کے قادیان شریف پہنچا۔ تینوں یکے مہمانخانہ کے دروازہ کے پاس آن کھڑے ہوئے۔ چونکہ بھائی عبداللہ صاحب مرحوم حضرت مرزا صاحب سے پہلے ملاقات کرچکے ہوئے تھے۔ انہوں نے جاکر حضرت صاحب کو اطلاع دی کہ میرے بڑے بھائی معہ متعلقین کے بیعت کے واسطے آگئے ہیں۔

اور میرے دادا شیخ محمد عاقل مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں علاقہ فیروزپور کے کاردار تھے۔ اصل میں ہماری سکونت قصبہ رام داس ضلع امرتسر میں تھی۔ والد صاحب مرحوم کی تقرری متصل وڈالہ بانگر میں ایک حلقہ پٹوار پر ہوئی۔ چونکہ وہ حلقہ وڈالہ بانگر کے متصل تھا۔ اس لئے والد صاحب نے سسرال کے ہی گھر میں سکونت اختیار کرلی۔

میرے کنبے میں سے میرے ماموں شیخ محمد بخش صاحب جو موضع الحوال تحصیل گورداسپور کے پٹواری تھے۔ اور علوم عربی کی کمال مہارت رکھتے تھے۔ اور احادیث ازبر یاد تھیں۔ وہ حضرت صاحب کے دعوے پر کہتا تھا۔ کہ احادیث ان کے دعوے کی موید نہیں ہیں کیونکہ صحیح بخاری و دیگر کتب میں مسیح کی آمد اور ان کے دعوی کا بہت ہی اختلاف ہے۔ اور قرآن مجید کے ذریعہ ان کے دعویٰ کی صداقت ثابت نہیں ہوسکتی۔

میرے ماموں صاحب کو ضعف معدہ کی بیماری تھی۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ کسی ذریعہ سے ان کو اپنے ساتھ قادیان شریف میں لے جاؤں۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ بے شک بیعت نہ کریں۔ کم از کم جاکر دیکھنا تو ضروری ہے۔ اور جو جو اعتراضات تمہارے دل میں ہیں۔ وہ پیش کرنے چاہییں۔ اگر آپ کو تسلی بخش جواب ملا تو خیر ورنہ مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ بھیروی وہاں مقیم ہیں۔ ان سے اس مرض کا علاج ہی کرایا جائے۔ یک کرشمہ دو کار۔ اس بات پر وہ رضامند ہوگئے۔

بیعت حضرت مسیح موعود

حضرت صاحب نے فرمایا کہ بیعت نماز ظہر کے بعد لی جاویگی۔ اترتے ہی ہم ماموں صاحب کو لیکر مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اولؓ) کے پاس چلے گئے۔ ان سے ماموں صاحب کی بیماری کا ذکر کیا گیا۔ ماموں صاحب نے مبلغ پانچ روپے بطور نذرانہ مولوی صاحب کو دئے جو مولوی صاحب نے واپس کردئے۔ اور بعد تشخیص مرض نسخہ تجویز کردیا۔ پھر میں نے جناب ماموں صاحب سے کہا۔ کہ جو جو اعتراض آپ کے دل میں ہیں۔ وہ آپ مولوی صاحب کے سامنے پیش کریں۔ مگر ماموں صاحب پر مولوی صاحب کا ایسا رعب چھایا۔ کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ پھر بعد نماز ظہر جب بیعت ہونے لگی۔ تو ماموں صاحب اٹھ کر کہیں چلے گئے۔ اور عمداً بیعت سے محروم رہے۔ ایک دن اور قیام کرکے جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اجازت مانگی۔ تو فرمایا۔ کہ گاہے گاہے ملا کریں۔ کیونکہ ایمان میں تقویت ہوتی ہے۔ جب گاؤں میں گئے۔ تو وہاں بہت شور برپا تھا۔ کہ انہوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے۔ اور مرزائی مذہب اختیار کرلیا ہے۔ ایک شخص چراغدین رنگریز لوگوں کو کہتا پھرتا تھا۔ کہ کوئی شخص انکے ساتھ حقہ پانی نہ پیئے۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ کا کلمہ چھوڑ کر مرزا صاحب کا کلمہ پڑھنا شروع کردیا ہے۔

مسجد میں نماز علیحدہ پڑھنا

ہمارے خاندان کے دو تین آدمی احمدی تھے۔ باقی تمام گاؤں غیر احمدی تھا۔ اس لئے ہماری اور ان کی نماز ایک جا نہ رہی۔ ہمارے ماموں صاحب امام مسجد تھے۔ ہم نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ انہوں نے اس بات کو برا منایا۔ مگر ہم نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔

امیر اللہ ذیلدار کلانور کے حضرت مسیح موعود پر اتہامات

میرا ایک دوست امیر اللہ کلانور کا ذیلدار اور آنریری مجسٹریٹ

تھا میرا اس سے بہت ہی تعلق تھا۔ جب اس نے سنا۔ تو بہت افسوس کیا۔ کہ باوجود اس ...... قدر عقلمند ہونیکے آبائی مذہب کیوں ترک کر دیا۔ وہ اسی خیال سے میرے پاس آیا کریں۔ کہ ان کو سمجھاؤں۔ اور بیعت سے توبہ کراؤں۔ کیونکہ وہ ایک وجیہ شخص تھا۔ لہٰذا تمام لوگ اس موقع پر جمع ہو گئے۔ اس نے مجھے گلے میں لیکر بہت محبت سے معانقہ کیا۔ اور ہائے افسوس آپ نے کیا کیا۔ جس مرزا کی آپ نے بیعت کی ہے۔ اس کے حالات میں تم کو بیان کرتا ہوں۔ کلام مجید منگاؤ۔ میں نے سمجھا۔ کہ قرآن مجید سے کوئی آیت پیش کریگا۔ کلام مجید منگایا گیا۔ اس نے ہاتھ میں لیکر کہا۔ کہ میں اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ جس نے اپنی کلام پاک کو ہم پر نازل کیا۔ بھائی صاحب! ذرا غور سے میری بات کو سنیئے۔ اس سے زیادہ اور کوئی قسم نہیں ہو سکتی۔ میری ہمشیرہ نوجوان خوبصورت ہمہ صفت موصوف بٹالہ میں مہر نبی بخش کے گھر میں ہے۔ اور نبی بخش بی۔ اے تک تعلیم یافتہ ہے۔ بہت سی زمین کا مالگذار اور معزز رئیس ہے جب مرزا صاحب نے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا کیا۔ تو وہ بہت ہی مخالف تھا۔ لیکن وہ ایک بیماری میں مبتلا تھا۔ بہت ہی علاج کیئے۔ آرام نہ ہوا۔ چند دوستوں نے اسے کہا۔ کہ قادیان میں مولوی حکیم نورالدینؓ ایک حاذق طبیب ہیں۔ آپ کو ان کے پاس جانا چاہیئے۔ اس نے کہا۔ کہ وہاں تو معاملہ ایک نئے پیغمبر کا شروع ہوا ہے۔ اور وہ ان کے پاس رہتے ہیں۔ میں وہاں جانا پسند نہیں کرتا۔ عام لوگوں نے کہا۔ کہ آپ نے تو علاج کیلئے جانا ہے۔ ان کے دعویٰ سے کیا غرض۔ اس لیئے وہ ان کے کہنے پر قادیان جاکر حضرت مولوی صاحب کو ملا۔ مولوی صاحب روزانہ طلباء کو درس دیا کرتے تھے۔ وہ چند یوم درس سنتا رہا۔ بیماری کا بھی تذکرہ کیا۔ حضرت مسیح موعود سے بھی ملاقات ہوئی اور ان کی گفتگو کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے بیعت کر لی۔ چونکہ علمی لیاقت اس میں اچھی تھی۔ اس لئے حضرت صاحب کا مقرب ہو گیا۔ حضرت صاحب بھی اسکو اچھا سمجھتے تھے۔ ہفتہ عشرہ تک وہ وہاں رہا۔ ایک دن اس نے حضرت صاحب سے اجازت طلب کی۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اب آپ یہاں ہی رہیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی یہاں لے آئیں۔ اس لئے حسب فرمودہ حضرت صاحب ممدوح وہ بٹالہ سے اپنی بیوی کو لیکر قادیان میں آیا۔ حضرت صاحب نے اس کو اپنے مکانات میں ایک کمرہ رہائش کے لئے دیدیا۔ اکثر اوقات مرزا صاحب مسائل میں جو گفتگو کرتے تھے۔ بعض مسائل میں ہمارے بہنوئی نے اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ نے میری بیعت کی ہوئی ہے۔ لہٰذا تم کو میری کسی بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت صاحب روزانہ مستورات میں درس دیا کرتے تھے۔ انہوں نے مستورات کو کہا۔ کہ مجھ سے کوئی پردہ نہ کرے۔ میں آپ کا روحانی باپ ہوں۔ اس لئے جملہ مستورات نے حضرت صاحب سے پردہ اٹھا دیا۔ جب میری ہمشیرہ کی شکل مرزا صاحب نے دیکھی۔ تو ان کو مسیحیت بھول گئی۔ اور اس پر عاشق ہو گئے جب سب عورتیں چلی گئیں۔ اور میری ہمشیرہ بھی آنے کو تیار تھی۔ تو حضرت صاحب نے اس کے منہ کا بوسہ لیا۔ وہ بہت جھنجھلائی اور گھر میں جاکر اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ تمہارے پیر کی حالت بہت ابتر ہے۔ تم جانو تمہارا پیر جانے میں یہاں نہیں ٹھیرونگی۔ جب میرے بہنوئی نے تمام ماجرا اپنی بیوی سے سنا۔ تو وہ بھی برخلاف ہو کر اپنی بیوی کو لیکر اپنے گھر چلا گیا۔ یہ حالات میں آپ کے پیر کی جس کی آپ نے بیعت کی ہے۔ امیر اللہ کا کلام مجید اٹھا کر مجمع عام میں قسم کھا کر ایسا بیان کرنے سے میرے دل میں اشتباہ ہو گیا۔ انہی ایام میں سردار فضل حق جو قصبہ دھرم کوٹ بگا کے رئیس و جاگیردار بھی تھے۔ سکھ مذہب کو چھوڑ کر احمدی ہوئے تھے۔ میں نے بدیں خیال کہ اب سردار فضل حق صاحب سے مکرر ذکر کیا جائے اگر یہ بات واقعی سچ ہے۔ تو میں منسوخی بیعت کی بابت تحریر کر کے قادیان میں بھیج دوں۔ موضع دھرم کوٹ میرے گاؤں سے پانچ کوس کے فاصلہ پر بر لب سڑک واقعہ ہے۔ میں منجملہ ان اشخاص کے جن کے روبرو امیر اللہ نے حلف اٹھا کر یہ یہ بات کہی تھی۔ دو نمبرداروں کو جو معتبر تھے۔ ہمراہ لیکر دھرم کوٹ میں سردار فضل حق کے پاس پہنچا۔ اور تمام واقعہ امیر اللہ کا ان کو سنایا۔ وہ یہ بات سن کر کہنے لگے۔ کہ اگر واقعی یہ بات سچ ہے۔ تو میں بھی بیعت کو منسوخ کراتا ہوں لیکن اسکی تصدیق پوری پوری ہو جائے۔ جس سے اطمینان ہو جائے۔ کہ ذیلدار موصوف کی بات کہاں تک سچ ہے۔ اس کی تصدیق کے واسطے یہ خیال آیا کہ مہر نبی بخش بٹالہ میں جو دھرم کوٹ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ان کو مل کر دریافت کریں۔ تو تمام بات کھل جائیگی۔ نیز مہر امیر اللہ نے بھی مہر نبی بخش سے تسلی کرنے کے بارے میں ہمیں کہا تھا۔

میں اور سردار فضل حق اور دو معزز نمبرداران جو بطور شہادت امیر اللہ ہمارے ساتھ تھے۔ بٹالہ میں پہنچ کر مہر نبی بخش کو جو اپنے چاہ پر آبپاشی کا کام کر رہے تھے ملے۔ کیونکہ مہر صاحب نہ میرے واقف تھے۔ اور نہ سردار فضل حق صاحب کے چونکہ انسان کی عزت فقط لباس پر ہے۔ دور سے جب مہر صاحب نے ہم کو سفید پوشی کی حالت میں دیکھا۔ تو کاشتکاروں کو کہہ کر ہمارے واسطے بیٹھنے کا انتظام کرا دیا۔ اور بعد مزاج پرسی کے مہر صاحب نے پوچھا۔ کہ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں۔ اب سردار فضل حق صاحب مجھے اشارہ سے کہتے تھے۔ کہ بات کرو۔ اور میں ان کو کہتا تھا۔ کہ آپ کریں۔ کیونکہ معاملہ شرمناک تھا۔ بہت ہیر پھیر کے بعد میں نے مہر صاحب سے کہا۔ کہ میں اس غرض سے آیا ہوں۔ کہ حضرت صاحب کی کتب و اخبارات کو دیکھ کر ان کے دعویٰ کی تصدیق کی گئی ہے۔ اور چاہتا تھا۔ کہ قادیان میں جاکر بیعت کر دوں۔ لیکن آپ کی نسبت کسی نے شبہ ڈالدیا۔ کہ وہ قادیان میں جاکر بیعت کر کے اور پھر توڑ کر بٹالہ میں چلے آئے ہیں۔ اور سلسلہ احمدیہ کی بہت بدنامی کرتے ہیں۔ اس لئے مجھے شبہ ہوا کہ پہلے آپ سے حالات دریافت کر دوں۔ کہ کیا آپ قادیان میں گئے۔ اور کتنے دن وہاں رہے اور حضرت صاحب کی بیعت کی۔ اور پھر ناراضگی کی وجہ کیا ہوئی۔ لہٰذا چند امور کی بابت میں آپ سے استفسار کرتا ہوں۔ کہ آپ کی تعلیم کہاں تک ہے۔ جواب دیا کہ انٹرنس تک ہے۔ مہر امیر اللہ آنریری مجسٹریٹ کلانور کے ساتھ آپ کا کوئی رشتہ ہے۔ جواب دیا کہ میرا ان کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اور نہ میری کبھی ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ البتہ میں نے ان کو ایک دن ضلع کی کچہری میں دیکھا تھا۔ اور ایک شخص نے مجھے بتایا تھا کہ یہ کلانور کے آنریری مجسٹریٹ ہیں۔ سوم آپ قادیان کس غرض کے لیئے گئے تھے۔ جواب دیا کہ میں ایک بیماری میں مبتلا تھا۔ اس کے واسطے گیا تھا۔ وہاں حضرت صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ چند روز وہاں رہ کر جو جو شبہات میرے دل میں تھے۔ وہ حضرت صاحب سے عرض کیئے گئے۔ انہوں نے میرا اطمینان کرا دیا۔ اور مجھ کو ان کے دعویٰ پر یقین ہو گیا۔ اس لئے میں نے بیعت کر لی۔ ان کی صحبت میں رہنے لگا۔ چونکہ حضرت صاحب بعد فراغت نماز کے چند مسئلوں پر روشنی ڈالتے تھے ایک دن انہوں نے ایک مسئلہ بیان کیا۔ تو میں نے اس پر اعتراض کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ تم اعتراض نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ اور میں حکم ہوں۔ اسی طرح ایک دو دفعہ میں نے اعتراض کیئے۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ تم کو میری بات پر یقین نہیں ہے۔ تو تمہاری بیعت کیسی خدا نے مجھے حکم کر کے بھیجا ہے۔ دین میں جو غلطیاں پڑ گئی ہیں میں ان کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ چونکہ انہوں نے مجھ کو یہ الفاظ ناراضگی سے کہے۔ اس لئے میں اپنی بیوی کو ہمراہ لیکر بٹالہ چلا آیا اور اخبارات میں ان کے خلاف مضمون شائع کرتا رہا۔ دل میں خیال آیا۔ کہ کسی کی بیعت کرنی چاہیئے۔ لہٰذا میں ملک بہ ملک تلاش پیر میں پھرا۔ جس گدی میں جاتا۔ چونکہ میں مشہور و معروف آدمی تھا۔ اور ان کو معلوم تھا۔ کہ یہ قادیان سے برگشتہ ہو کر آیا ہے۔ کیونکہ اخبارات کے ذریعہ یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ وہ سجادہ نشین میرے ساتھ بہت الفت و محبت کرتے۔ اور مرزا صاحب کو گالیوں سے یاد کرتے۔ میں جس گدی میں گیا۔ سوائے شکوہ و شکایت اور گالیوں کے کچھ نہیں دیکھا۔ اس لئے مجھے اپنے فعل پر ندامت ہوئی۔ چند روز سے میں نے معافی نامہ لکھ کر حضرت صاحب کی خدمت میں بھیجا ہے۔ واقعی اس میں شک نہیں۔ کہ دعویٰ ان کا بموجب نقصِ قرآنی و حدیث کے درست ہے۔ اور جو وہ تعلیم دیتے ہیں۔ گویا از سر نو رسول صلعم والا درس ہو رہا ہے آپ کسی کی بات کو نہ مانیں۔ اور فوراً جاکر بیعت کر لیں۔ مگر چونکہ میں پہلے سے بیعت شدہ تھا۔ اس لئے معہ سردار فضل حق صاحب قادیان پہنچا۔ بخدمت حضرت اقدس عرض کیا گیا۔ کہ ہم شیطان کی دھوکہ دہی کا شکار ہو گئے تھے۔ اور قریب تھے۔ کہ ہم ورطہ گمراہی میں پڑ جاتے۔ حضرت صاحب کو تمام مذکورہ بالا واقعہ سنایا گیا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اس واقعہ کو اخبار میں شائع کرا دو۔

قائم مقام پٹواری مقرر ہونا

میں ۱۸۷۸ء میں امتحان پٹوار پاس کر کے سنہ ۱۸۸۰ء میں قائم مقام پٹواری تحصیل شکرگڑھ میں حلقہ کنجروڑ میں مقرر ہوا۔ ۱۴ اپریل ۱۸۸۰ء نسبت تقرری خود صدر سے پروانہ ------۔ اس امر سے کہ تحصیلدار شکرگڑھ غلام مرتضےٰ امیدوار کو چارج حلقہ دار کی رپورٹ بھیجدیں۔ چونکہ جس پٹواری نے رخصت لی تھی وہ قصبہ نیناکوٹ کا باشندہ تھا۔ میں پٹواری کے پاس پہنچا۔ اور اسکو پروانہ دکھایا۔ جب اس نے پروانہ دیکھا۔ تو سخت چیں بچیں ہوا اور کہنے لگا۔ کہ میں نے درخواست رخصت چھ ماہ برائے درشن جگن ناتھ دی تھی۔ لیکن اب وقت گزر گیا ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں رخصت لینا نہیں چاہتا۔ میرے ساتھ ایک میرا ملازم تھا۔ میں نے کہا۔ پنڈت صاحب! رات کا ہمارا انتظام کرا دو۔ میں صبح چلا جاؤنگا۔ اس نے کہا یہاں سرائے نہیں ہے۔ کہ جگہ دی جائے تمہاری جہاں مرضی ہے رہو۔ میں ایک مسجد میں آیا۔ جو متولی مسجد نواب شاہ بڑا رئیس آدمی تھا۔ وہ مجھے مسجد میں ملا۔ اور کہنے لگا۔ آپ کس کے گھر مہمان ہیں۔ میں نے اسکو سارا واقعہ ایشرداس برہمن جو پٹوارہ تھا۔ اس کے سلوک کا بیان کیا۔ اس نے ہماری بہت خدمت تواضع کی۔ اس نے کہا۔ کہ اگر آپ اس حلقہ پر آجائیں۔ تو میرا بہنوئی آپ کے گاؤں پاس پٹواری ہے۔ پھر آپس میں تبادلہ کرا لینا۔ میں نے کہا۔ کہ وہ تو مجھے چارج ہی نہیں دیتا۔ اور یہ معاملہ قائم مقامی کا ہے۔ اور اس میں تبادلہ کیسے۔ صبح میں بعد کھانا کھانے کے ایشرداس پٹواری کے پاس گیا۔ مجھ کو رات کی رنجش بہت تھی۔ میں نے اسکو کہا۔ کہ پنڈت صاحب! آپ کے کہنے پر میں نہیں رہ سکتا۔ آپ تحصیلدار صاحب کے پاس چلیں۔ اور ان سے لکھا دیں۔ کہ یہ اب رخصت پر نہیں جانا چاہتا۔ اس لئے چارج نہیں دلایا جاتا۔ اگر وہ رات کو میرے ساتھ ایسی بدسلوکی نہ کرتا۔ تو میں ضرور چلا جاتا۔ مجھ کو بھی جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ کے ماتحت خیال آیا۔ کہ اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیئے۔ نیناکوٹ تحصیل سے پانچ کوس کے فاصلہ پر تھا۔ میں ایشرداس کو ہمراہ لیکر تحصیل میں پہنچا۔ چونکہ تحصیلدار صاحب ابھی تحصیل میں نہیں آئے تھے ایشرداس نے کہا۔ کہ آپ یہاں بیٹھیں میں تحصیلدار صاحب سے مل آؤں۔ اس نے تحصیلدار کو کہا۔ جو ذات کا کھتری تھا۔ اور بشمبر داس نام تھا۔ اور ایشرداس برہمن تھا۔ اس نے تحصیلدار سے کہا۔ کہ یہ ملیچھ گائے کو ذبح کر رہا ہے۔

[illegible]

مولوی عطاء اللہ امیر احرار کے مقدمہ میں سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے متعلق

آنریبل جسٹس کولڈسٹریم جج عدالتِ عالیہ لاہور کا فیصلہ

۲

ساتویں عبارت

عبارت (جی) مندرجہ ذیل ہے:-

"بھگت سنگھ گواہ صفائی ۴۹ نے بیان کیا۔ کہ مجھ پر مرزائیوں نے حملہ کیا۔ ایک شخص شاہ غریب نام قادیانیوں کے ہاتھوں پیٹا گیا۔ اور جب اس نے مقدمہ چلانا چاہا تو کوئی اس کی گواہی دینے کے لئے تیار نہ ہوا" ان الفاظ کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔ کہ فاضل سشن جج نے انفرادی واقعات کو غلط طور پر تمام قوم کے سر تھوپا ہے۔ اور یہ کہ غریب شاہ کے متعلق شہادت اس بیان کی تصدیق نہیں کرتی۔ بھگت سنگھ کی شہادت یہ ہے۔ کہ جب ایک احمدی مبلغ اور بعض دوسرے لوگوں نے ایک اور احمدی مبلغ کے ساتھ جھگڑنے پر مارا تھا۔ اب یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ اسے جائز طور مارا گیا ہو۔ غریب شاہ کے متعلق شہادت یہ ہے۔ کہ وہ احراریوں کا مبلغ تھا۔ اور یہ کہ ایک دفعہ احمدیوں نے اسے مارا (بیان فیروزدین ہیڈ کانسٹیبل قادیان گواہ صفائی ۴۷) اور پچاس ساٹھ آدمیوں نے اسے پیٹنے کی دھمکی دی۔ مجھے اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملی۔ کہ اس کے حق میں گواہی دینے کے لئے تیار نہ ہونا تھا۔ لیکن اس عبارت کے قلمزن کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ کیونکہ یہ بیان کسی کے حق میں نقصان دہ نہیں ہوسکتا۔

آٹھویں عبارت

اگلی عبارت زیر اعتراض (جی۔۱) یہ ہے۔ کہ "عدالت کی ڈگریوں کا اجرا کیا جاتا ہے۔ اور ایک مثال ایسی بھی موجود ہے۔ جہاں ڈگری کے اجرا میں ایک مکان نیلام کیا گیا۔ اسٹام کے کاغذات نج کے طور پر قادیان میں بنائے جاتے اور فروخت کئے جاتے ہیں۔ اور مرزا کو جو درخواستیں دی جاتی ہیں اس میں استعمال کئے جاتے ہیں"

اس بات کی شہادت موجود ہے۔ کہ ایک ڈگری کے دیئے جانے کے بعد ایک مکان فروخت کیا گیا۔ اگرچہ یہ امر واضح نہیں۔ کہ فروخت جبراً کرائی گئی۔ خود ساختہ اسٹام بنایا گیا تھا۔ لیکن اب اسے ترک کیا جاچکا ہے۔ درخواست کنندہ کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب کا بیان ہے کہ یہ کاغذ پریزیڈنٹ لوکل انجمن قادیان کے سامنے پیش ہونے کے لئے تھا۔ نہ کہ مرزا صاحب کے سامنے پیش کئے جانے کے لئے۔ لیکن چونکہ مرزا صاحب بعض مقدمات میں آخری عدالت اپیل ہیں اس لئے مجھے ان الفاظ کے حذف کرنے کی وجہ نظر نہیں آتی۔

نویں۔ دسویں عبارت

اگلی دو عبارتوں (ایچ اور آئی) جن کے حذف کرنے کی عدالت سے درخواست کی گئی ہے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) "علاوہ ازیں سب سے سنگین معاملہ عبدالکریم کا ہے۔ جس کی داستان حقیقتاً ایک داستانِ درد ہے۔ اس شخص نے احمدی مذہب قبول کیا۔ اور قادیان چلا گیا وہاں اس کے دل میں مذہبی شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ اور اس نے احمدیہ مذہب ترک کر دیا تب اس پر ستم رانی کی ابتدا ہوئی۔ اس نے ایک اخبار "مباہلہ" نامی جاری کیا جس کا مقصد جماعت احمدیہ کے مذہب پر تنقید کرنا تھا۔ مرزا نے ایک تقریر میں جو اگزبٹ ڈی زیڈ ۲۹ میں رپورٹ کی گئی ہے۔ اخبار "مباہلہ" والوں کی موت کی پیشگوئی کی۔ اور پھر ان کے قتل کی تدبیر کو تکمیل تک پہنچایا۔ اس تقریر میں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو اپنے مذہب کی خاطر قتل کرنے کو بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کے جلد بعد عبدالکریم پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ لیکن وہ بچ گیا"

۲۔ قاضی محمدؐ علی صاحب کے پھانسی کے حکم کا اجرا ہوا۔ اور پھانسی پانے کے بعد اس کی لاش قادیان پہونچائی گئی۔ اور بڑی دھوم دھام سے اسے اس جگہ دفن کیا گیا جس کو بہشتی مقبرہ یعنی بہشتیوں کا قبرستان کہا جاتا ہے۔ "الفضل" اخبار میں جو احمدیہ جماعت کا آرگن ہے۔ اس قتل کی تعریف اور قاتل کی مدح سرائی کی گئی۔ یہ لکھا گیا۔ کہ قاتل مجرم نہ تھا۔ اور وہ پھانسی کی رسوائی سے بچ گیا تھا۔ خدا نے اپنے عدل و انصاف کے تقاضے سے اس بات کو بہتر سمجھا۔ کہ پھانسی کی ذلت سے پہلے ہی اس کی روح قبض کرے۔ جب عدالت میں مرزا کا اس معاملہ کے متعلق بیان لیا گیا۔ تو اس نے بالکل مختلف کہانی بیان کی۔ اور کہا۔ کہ محمد حسین کے قاتل کو باعزت طریق پر اس لئے دفن کیا گیا۔ کہ اس نے اپنے جرم پر اظہار ندامت کیا تھا۔ اور اس طرح گناہ سے بری ہو چکا تھا۔ لیکن دستاویز ڈی زیڈ ۴۸ اس کی تردید کرتی ہے۔ اور مرزا کی نیت اور اس معاملہ میں اس کا رویہ اس کے اس اظہار رائے سے ظاہر ہے۔ جو کاغذات شامل مسل ڈی زیڈ ۴۸ میں درج ہے۔ ضمنی طور پر میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اس دستاویز کے مضمون سے لاہور ہائی کورٹ کی توہین متصور ہوتی ہے۔"

عبدالکریم اور اس کے قصے کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ اس کی داستان ایک داستانِ درد ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کا اپنا رویہ ہی ایک حد تک اس کی تکالیف کا موجب ہوا ہے۔ شہادت کا بیان ہے۔ کہ وہ احمدی تھا۔ اور ۱۹۱۴ء میں قادیان جاکر آباد ہو گیا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں اس نے قادیانی مذہب ترک کر دیا۔ اور چودہ سال بعد اخبار "مباہلہ" جاری کیا۔ (اس جگہ اعداد کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ عبدالکریم ۱۹۲۸ء میں احمدیت سے منحرف ہوا۔ اور اسی سال اس نے اخبار "مباہلہ" جاری کیا تھا۔ الفضل) جس میں اس نے قادیانیوں کے خلاف مضمون لکھے۔ قادیان (جو کہ مرزا صاحب کے خاندان کی ملکیت ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔) کے حالات اس کے لئے ایسے دشوار کر دئے گئے۔ کہ مارچ ۳۰ء میں وہ اپنے گھر سے نکلا۔ اور ایک رات خالصہ بورڈنگ ہاؤس کی پناہ میں رہ کر زیر حفاظت پولیس گورداسپور پہنچایا گیا۔ ۲۸؍ مارچ ۳۰ء کو خلیفہ نے ایک خطبہ پڑھا۔ (ڈی زیڈ ۳۹) جس میں بعض "منافقین" کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ وہ جماعت سے نکل کر خصوصیت سے میرے خلاف ایک پراپیگنڈا کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمانی موت دیدی۔ جسمانی باقی ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ آسمانی عذابوں کے ساتھ ہوگی"

یہ خطبہ یکم اپریل ۱۹۳۰ء کے "الفضل" میں چھپا جو ایک قادیانی اخبار ہے۔ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان اس کی مالک ہے۔ ۲۳؍ اپریل کو جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ عبدالکریم پر محمد علی نے حملہ کیا۔ اور اس حملہ میں ایک اور شخص محمد حسین کو مار دیا۔ یہ محمد حسین عبدالکریم کا اس مقدمے میں ضامن تھا۔ جو اس پر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت چلایا جا رہا تھا۔ محمد علی کے پھانسی پانے کے بعد اس کی نعش قادیان لائی گئی۔ اور اسے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی عزت دی گئی مرزا صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور ایک خطبہ پڑھا۔ (اگزبٹ ڈی زیڈ ۴۸) جو ۱۸؍ جولائی ۱۹۳۱ء کے "الفضل" میں بعنوان "قاضی صاحب نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ قاضی صاحب کیوں تعریف کے مستحق ہیں" شائع ہوا۔ قاضی صاحب سے مراد محمد علی ہے۔ اس خطبہ میں قتل کے فعل کی تعریف نہیں کی گئی تھی۔ البتہ اس بنا پر محمد علی کی ضرور تعریف کی گئی تھی۔ کہ اس نے سچ کی خاطر اپنی جان قربان کر دینے میں مذہبی جوش کا اظہار کیا (یعنی وہ اس وجہ سے کہ اس نے سچ بولا۔ اور اسی پر قائم رہا) اس خطبہ میں ایک جگہ پر ہائی کورٹ کے محمد علی کی سزائے موت کو برقرار رکھنے کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا۔ "عدالت کے فیصلہ کے ہم پابند نہیں۔ اس نے اپنا کام کیا۔ اور اپنی رائے کے مطابق انہیں پھانسی دیدیا۔ مگر ہم اس کے فیصلہ کو صحیح ماننے کے لئے پابند نہیں ہیں۔ اس نے اپنے فیصلہ کی بنیاد اپنے نقطہ نگاہ پر رکھی۔ وہ ان کی سچائی سے اسطرح واقف نہ تھی۔ جس طرح ہم واقف ہیں"

۶؍ جون ۱۹۳۱ء کے "الفضل" میں مولوی شیر علی کا بھی ۲۲؍ مئی ۱۹۳۱ء کا خطبہ شائع ہوا ہے۔ خطبہ میں محمد علی کی اس وجہ سے تعریف کی گئی ہے۔ کہ انہوں نے مقدمہ کے دوران میں سچ بولا۔ اور سچائی پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اور اسی طرح قیامت تک ایک اچھی مثال قائم کر دی۔ اس خطبہ میں اس بات کے یقین کے لئے کہ قاضی محمد علی کی روح پھانسی دئے جانے تک قبل ہی

پرداز کرچکی تھی۔ دلائل بھی دیئے گئے ہیں۔

میرے نزدیک فقرات ایچ اور آئی کو سالم صورت میں قلمزن کرنے کے لئے کوئی کافی وجہ نہیں ہے **لیکن یہ کہنا بالکل بے بنیاد ہے۔ کہ خلیفہ نے اخبار "مباہلہ" کے ناشرین کی ہلاکت کی تدبیر کو تکمیل تک پہنچایا۔** محمد حسین کے قتل کے جرم میں محمد علی پھانسی دیا جاچکا ہے۔ **مسل سے قطعاً یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ خلیفہ پر قتل کا الزام لگایا گیا ہو یا کہ مقتولوں کی ہلاکت ان کے ارادہ سے عمل میں آئی ہو۔** قاتل صوبہ سرحد کا باشندہ تھا۔ خلیفہ نے اپنی شہادت میں واضح کردیا تھا۔ کہ محمد حسین کے قتل میں احمدیہ جماعت کا کوئی دخل نہ تھا۔

لفظ Encompassed یعنی کہ خلیفہ صاحب نے قتل کی تدبیر کو تکمیل تک پہنچایا مرزا صاحب کو بغیر کسی تحقیق کے مورد الزام بناتا ہے۔ لہٰذا میں اس لفظ کے خارج کئے جانے کا فیصلہ کرتا ہوں +

گیارھویں عبارت

فقرہ (ع) یہ ہے۔ کہ محمد امین اگرچہ احمدی تھا لیکن وہ مرزا کا مورد عتاب ہوچکا تھا۔ اور اس لئے نظروں سے گرگیا۔ یہ فقرہ اس بنا پر قابل اعتراض ٹھیرایا گیا ہے۔ کہ شہادت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محمد امین جو جو قادیانی مبلغ تھا۔ ملازمت سے اس وجہ سے برطرف نہیں کیا گیا تھا۔ کہ وہ مرزا صاحب کی ناراضگی کا موجب ہوگیا تھا۔ بلکہ فتح محمد (پی۔ ڈبلیو ۲۱) نے اس کے روپیہ کے خلاف دیانت پاکر اسے برطرف کردیا تھا۔ اس بات کی کوئی بلاواسطہ شہادت نہیں۔ کہ مرزا صاحب محمد امین کو ناپسند کرتے تھے۔ مرزا صاحب سے ان کے اور محمد امین کے باہمی تعلقات کے متعلق (شہادت کے موقع پر الفضل) کوئی سوالات نہیں کئے گئے۔ مگر چونکہ فیصلہ کا یہ حصہ جسے قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے ایک ایسا استدلال ہے۔ جو شہادت سے ظاہر ہونے والے واقعات سے معقول طور پر اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے یہ فقرہ قائم رہنا چاہیئے +

بارھواں فقرہ

اگلا فقرہ جس کا درخواست میں نمبر (۱) ذکر کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل ہے۔

"عبدالکریم کو قادیان سے نکال دیا گیا۔ اور اس کا مکان جلا دیا گیا۔ اس مکان کو قادیان کی سمال ٹاؤن کمیٹی سے حکم حاصل کرکے نیم قانونی طریق سے گرانے کی کوشش بھی کی گئی۔ یہ افسوسناک واقعات ظاہر کرتے ہیں۔ کہ قادیان میں ایک بے قانونی کی حالت تھی۔ جس میں آتش زنی اور قتل تک ہوتے تھے۔ مزید براں یہ بات تھی۔ کہ مرزائے قادیانی نے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کی ارفع حیثیت پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ شدید دشنام دہی کا نشانہ بنایا تھا۔ اس کی تصنیفات ایک ایسے مقدس وارفع مذہبی بزرگ کے اخلاق وآداب کی انوکھی تفسیر ہیں۔ جو فقط نبوت کا ہی دعویٰ نہیں کرتا بلکہ خدا کا برگزیدہ مسیح ثانی ہونے کا بھی مدعی ہے"۔

میں عبدالکریم کے معاملہ میں قبل ازیں بھی کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرچکا ہوں۔ درخواست کنندہ کی جانب سے یہ بات پیش کی گئی ہے۔ کہ ریکارڈ سے ان ریمارکس کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔ جو بالکل غیر صحیح ہیں۔ اور واقعات کو بگاڑ کر قائم کئے گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ عبدالکریم کا کوئی اپنا مکان قادیان میں نہیں تھا۔ اور اسے نکالا نہیں گیا۔ اور سمال ٹاؤن کمیٹی کی کارروائی صحیح اور مطابق قانون تھی۔ اور مکان اس وجہ سے گرایا گیا۔ کہ وہ نہایت خستہ حالت میں تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ عبدالکریم قادیان سے اس واسطے چلا گیا تھا۔ کہ اسے اپنی جان کا خوف تھا۔ یہ بات شہادت میں موجود ہے۔ کہ جب ٹاؤن کمیٹی نے مکان کی شکستہ حالت کے متعلق اسے نوٹس دیا۔ تو اس نے مکان کا ایک فوٹو اتار کر ایک درخواست کے ساتھ سمال ٹاؤن کمیٹی کے سامنے پیش کیا۔ اور انجام کار مکان کو نوٹس کے منشاء کے مطابق گرایا نہیں گیا۔ بلکہ عبدالکریم کے قادیان سے چلے جانے کے بعد مکان آگ کا شکار ہوا۔ ۱۹۳۳ء میں درخواست گزار مرزا شریف احمد صاحب نے جو محکمہ تعلیم کے نائب ناظر ہیں اس پر قبضہ کرلیا۔ گواہ ملزم کی حیثیت میں انکا بیان یہ تھا کہ وہ زمین شاملات دیہہ کے اندر واقع ہے۔ اور یہ زمین مالکان قادیان کی ہے۔ جن کی طرف سے عبدالکریم کے باپ کو اس پر مکان بنانے کی اجازت دی گئی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں عبدالکریم کا باپ فضل کریم مکان چھوڑ کر چلا گیا۔ اور ۱۹۳۳ء میں جب مرزا شریف احمد نے اس پر قبضہ کیا۔ اس وقت صرف ملبہ اور ایک یا دو دیواریں موجود تھیں۔ مرزا شریف احمد کے مختار نے یہ دیواریں گرادیں۔ اور پھر یہ جگہ لوکل انجمن کو دیدی گئی۔

اس شہادت اور دوسری شہادت سے جس کا میں نے فیصلہ میں ذکر کیا ہے۔ فاضل سشن جج نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ قادیان میں ایک بے قانونی کی حالت تھی۔ جس میں قتل اور آتش زنی کی کیفیت رائج تھی **مگر ایسا نتیجہ نکالنا شائد ایک ناواجب دلیری اور جسارت کا فعل ہے۔** عبدالکریم کے گھر کے علاوہ ایک اور عمارت کے متعلق بھی کہا گیا ہے۔ کہ اسے قادیانیوں نے جلا دیا۔ **محمد امین کے متعلق یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ اسے مارنے میں فتح محمد قتل کا مرتکب ہوا** محمد علی کے ہاتھوں محمد حسین کے قتل۔ اور عبدالکریم کے مجروح ہونے کا حادثہ قادیان میں نہیں ہوا۔

اگرچہ کوئی اور جج شہادت سے ایسا نتیجہ نکالنا جائز نہ سمجھتا۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھتا۔ کہ اس نتیجہ کے اخذ کرنے کے لئے مسل پر کوئی شہادت موجود نہیں۔ دونوں فریقوں کے وکلاء نے میرے سامنے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اس بات کی شہادت موجود ہے۔ کہ مرزا غلام احمد نے اپنی تحریروں میں ان لوگوں کے متعلق جو ان کے مذہبی عقائد سے اختلاف رکھتے تھے۔ سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور اپنے مخالفین کو برا بھلا کہا ہے۔ اور ان کی تحریروں پر حرف گیری کی ہے۔ لیکن جس فقرہ کو قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے "کروڑوں مسلمانوں کو جو ان کی بالاحیثیت پر ایمان نہیں رکھتے شدید دشنام طرازی کا نشانہ بنایا تھا" کیونکہ مرزا صاحب کا حملہ تمام مسلمانوں پر نہیں تھا۔ بلکہ ان کے خاص ذاتی (یعنی ذاتی حملے کرنے والے "الفضل") دشمنوں پر تھا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا گیا۔ یہ خاص دشمن پرانے عقیدہ کے (غیر احمدی) مسلمان تھے۔ دوسری طرف یہ بات بھی ہے۔ کہ **مرزا صاحب کا تیس چالیس یا پچاس سال قبل کا کوئی قول یا فعل کسی امکانی رنگ میں ۱۹۳۳ء میں قادیانیوں اور احرار کے درمیان منافرت پھیلانے کے لئے وجہ اشتعال نہیں ہوسکتا۔ اور اس لئے وہ شہادت جس پر سشن جج نے اپنے ریمارک کی بنیاد رکھی ہے۔ اس مقدمہ کے لحاظ ایک غیر متعلق امر ہے۔ اور اس عبارت کے آخری دو فقرات غیر متعلق اور غیر ضروری اور دل آزار ہیں۔ اور میں انہیں حذف کردینے کا حکم دیتا ہوں**

بقیہ حصہ قائم رہے گا +

تیرھواں فقرہ

اگلا پیرہ ایل (ل) جسے حذف کرانے کے لئے کہا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل ہے:

"قادیانیوں نے قدرتی طور پر اس اقدام کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اور انہوں نے کانفرنس کے انعقاد کو روکنے کے لئے دلیرانہ کوشش کی احرار کانفرنس کے انعقاد کے لئے ایک شخص ایشر سنگھ کی زمین حاصل کی گئی تھی۔ قادیانیوں نے اس زمین پر قبضہ کرلیا۔ اور اس پر دیوار کھینچ دی۔ اس طرح احرار اس ایک ہی قطعہ زمین سے محروم کردیئے گئے۔ جو ان کو قادیان میں مل سکتا تھا۔ اور اس لئے وہ مجبور ہوگئے۔ کہ قادیان سے ایک میل کے فاصلہ ایک جگہ اپنا اجلاس کریں۔ دیوار کا بنایا جانا ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس وقت فریقین میں تعلقات کس قدر کشیدہ تھے۔ اور مرزائیوں کا استغلار کس حد تک پہنچ گیا تھا۔ کہ وہ اپنی دست درازی کے قانونی انجام سے اپنے آپ کو محفوظ و مامون سمجھتے تھے"

اس عبارت کے الفاظ اگرچہ اس کیفیت کی پوری پوری وضاحت کئے

دیتے ہیں۔ جس سے فاضل سشن جج نے اس مقدمہ کو دیکھا ہے۔ لیکن وہ ایسے نہیں ہیں کہ انہیں اس وجہ سے حذف کیا جائے کہ ان کا قائم رہنا عدالتی کارروائی کا غلط استعمال ہے۔

چودہواں فقرہ

اگلے فقرہ م (۱۲) کے الفاظ حذف کرنے کا حکم دینے میں مجھے قطعاً کوئی تامل نہیں ہے۔ اس بات کا کہ قادیانی مذہب کے بانی کیا کھاتے پیتے تھے۔

اس مقدمہ میں اس سوال کے ساتھ کہ مجرم کو کیا سزا دی جانی چاہیئے۔ قطعاً کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ یہ فقرہ غیر ضروری اور دل آزار ہے۔ اور ہرگز فیصلہ کا حصہ نہیں بننا چاہیئے تھا۔

اب صرف ایک فقرہ ن (۲) رہ جاتا ہے جس میں فاضل سشن جج نے عطاء اللہ شاہ بخاری کے جرم کو محض اصطلاحی تصور کرنے کی وجوہ پیش کی ہیں۔ اس جگہ بھی درخواست کنندہ کی طرف سے اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ مرزا غلام احمدؐ صاحب نے ان تحریروں میں جن کی طرف فاضل سشن جج نے اشارہ کیا ہے ہندوستان کے عامۃ المسلمین کے متعلق دشنام دہی کے الفاظ استعمال نہیں کئے۔ بلکہ ان کے مخاطب صرف ان کے ذاتی اور مذہبی دشمن تھے۔ یہ اعتراض حقیقت پر مبنی ہو یا نہ ہو۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ وہ بات جو مرزا غلام احمدؐ نے گذشتہ صدی میں کہی اس کا اس وقت کوئی تعلق نہیں سمجھا جا سکتا۔ جبکہ ایک ایسے شخص کے لئے جو کہ زیر دفعہ ۱۵۳ الف قادیانیوں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان دشمنی اور منافرت کے جذبات پھیلانے کے جرم میں ماخوذ ہوا ہے۔ سزا تجویز کرنے کا معاملہ زیر غور ہے۔ پس

میں حکم دیتا ہوں۔ کہ وہ عبارت جو "انتہائی جذبات ناراضگی" سے شروع ہو کر لفظ "کتیوں" پر ختم ہوتی ہے۔ اسے سشن جج کے فیصلہ سے خارج کر دیا جائے ✝

(دستخط) جے۔ کولڈسٹریم جج - ۱۱ نومبر ۱۹۳۵ء

(بقیہ صفحہ ۸) اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ اشعار دل میں پڑھتا۔ ؎

اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا
جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑینگے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو گرچہ ہلانا پڑے ہمیں

اے خدا۔ اگر یہاں سے مجھ کو قید کر کے سائبیریا بھی لے جائیں۔ جو نہایت ہی سرد اور خطرناک ٹھنڈی جگہ ہے تو میں عہد کرتا ہوں۔ کہ

پھیلائینگے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم وہاں جہاں جانا پڑے ہمیں

(باقی پھر)

مبلغین احمدیت کے کارنامے

بالشویک روس کے جیل خانوں میں احمدی مبلغ

جیل میں خراب اور بدمزہ روٹی دیجاتی تھی اور قیدخانے کی ٹٹیاں صاف کرانے کا کام لیا جاتا تھا

(بقلم مولانا ظہور حسین صاحب مبلغ روس)

میری درخواست پر مولانا ظہور حسین صاحب مبلغ نے اپنی مجاہدانہ زندگی کا ایک ورق مجھے لکھ کر دیا ہے اور یہ ورق جیل خانہ کی زندگی کا ورق ہے۔ آج اگرچہ اس کے پڑھنے سے ہم درد اور تکلیف محسوس ہوگی۔ مگر ایک وقت آئیگا۔ کہ ہمارا سر فخر اور مسرت سے بلند ہوگا اور یہ واقعات ہمارے سلسلہ کی تاریخ کے سنہری ورق ہونگے۔ روس جب احمدیت کے نور سے منور ہوگا۔ اس وقت وہ بالشویک حکومت کے مظالم کو پڑھکر ندامت سے اپنے سر کو جھکائے گا۔ اور کوشش کریگا۔ کہ اپنی قربانیوں سے اس ندامت کو دھو سکے۔ الغرض مولانا ظہور حسین صاحب کے یہ واقعات طبیعت میں عجیب در عجیب لذت ایمانی پیدا کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

سب سے پہلے میں اپنے مولا کریم کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں جس نے مجھ جیسے نالائق اور بے سمجھ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے لئے روس میں جانے کا موقعہ دیا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ ؎

یہ سر اسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

پھر حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز (فداہ نفسی) کا مجھ پر بہت بڑا کرم ہے جس کا شکریہ میں کسی صورت میں ادا نہیں کر سکتا۔ کہ حضور پرنور نے عاجز پر شفقت کر کے مجھ کو روس میں بھیج دیا۔ اے خدا تو میرے آقا پر بے انتہا احسانات فرما کر حضور کو لمبی عمر عطا فرما۔ اور مجھ کو حضور کے سایۂ عاطفت میں ہر لحظہ رکھ۔ میری روح آپ پر فدا ہو۔

جب میں روس کے قیدخانہ میں قید تھا۔ تو میرے دل میں جو زبردست محبت اور میری روح میں جو عظیم الشان لہر آپ پر فدائیت کی پیدا ہوتی تھی میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ جتنی جتنی مجھ کو تکلیفیں زیادہ قیدیں دی جاتی تھیں۔ اتنی ہی میرے دل میں حضور کی محبت زیادہ پیدا ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ تاشقند کے قیدخانہ میں میرے دل میں کئی بار یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ ہم ماننے والوں میں بہت ہیں۔ جنہوں نے حضور کو کما حقہ، نہیں پہچانا۔ اور اس خدا کی قسم جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ کہ اگر حضور کی دعا اور توجہ میری طرف ان دنوں نہ ہوتی۔ تو ناممکن تھا۔ کہ میں بچ جاتا۔ میرا دل گواہی دیتا تھا۔ کہ حضور میرے لئے دعائیں فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح جماعت کے بزرگ بھی۔

تاشقند تک کے حالات میں نے علیحدہ لکھ دیئے ہیں جو اگرچہ محتاج تکمیل ہیں۔ مثلاً جو بیانات مجھ سے عشق آباد اور تاشقند کے قیدخانہ میں لئے گئے تھے۔ وہ میں نے ذکر نہیں کئے۔ حالانکہ انکا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر مولیٰ کریم نے توفیق دی۔ تو میں بعد میں وہ کمی پوری کر دونگا۔

تاشقند کے قیدخانہ سے نکال کر مجھ کو ماسکو لیجانے کے لئے جب سٹیشن پر لے گئے۔ اور گاڑی میں ایک چھوٹے سے کمرہ میں جو انٹر کلاس کا تھا۔ مجھ کو انہوں نے جگہ دی تو میرے ساتھ اس کمرہ میں دو افسر تھے۔ اور انکے سوا اس کمرہ میں کوئی آدمی نہیں تھا۔ میں نے اس وقت خدا کا شکر کیا۔ کہ مولیٰ کریم تیرا کتنا بڑا مجھ پر احسان ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلیفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے طفیل میں انٹر کلاس کے ایک کمرہ میں سوار ہو کر ماسکو جا رہا ہوں۔ اور یہ دو میرے خادم ہیں جو میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ میرے باپ دادا کو بھی ایسے ملکوں کی سیر اور پھر انٹر کلاس میں سواری کا موقعہ نہ ملا۔ مگر اے خدا تیرے پیارے حبیب کی برکت۔ میں کیسے آرام میں سیر کرتا ہوں۔

روسی افسر نے مجھ کو دو سیب دئے۔ اور روسی زبان میں کہا۔ کہ تم کو جس چیز کی ضرورت ہو بتاؤ۔ ہم تم کو دینگے میں نے کہا۔ سپاسیبا (شکریہ ہے) اس کے بعد گاڑی چلی۔ اور جب مغرب کے قریب کھانے کا وقت ہوا۔ تو وہ کھانے کے کمرہ میں مجھ کو لے گئے۔ جو نہایت اچھی طرح سجا ہوا تھا۔ کرسیاں میز وغیرہ اس میں قرینے سے لگے ہوئے تھے۔ میں نے لمبا جبّہ پہنا ہوا تھا۔ سر پر صافہ تھا۔ مجھ کو انہوں نے کرسی پر بٹھا دیا۔ اور کھانے کے مالک کو بلا کر دریافت کیا۔ کہ کیا کیا سالن ہے۔ اس نے ایک فہرست لکھی ہوئی دی جس میں کھانے کی اشیاء درج تھیں مجھ سے انہوں نے دریافت کیا۔ کہ کیا کھائینگے۔ میں نے کہا جو آپ پسند کریں۔ اور کھانے کے مالک کو جو ترک مسلمان تھا۔ میں نے کہدیا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اس لئے سؤر کا گوشت میرے لئے نہ لانا۔ میرے سامنے کچھ فاصلہ پر ایک طرف روسی عورت چھری کانٹے سے کھانا کھاتی تھی۔ جب ہمارے سامنے بھی چھری کانٹا رکھا گیا۔ تو مجھ کو دیکھ کر وہ مسکرائی۔ غالباً اس لئے کہ یہ بھی چھری کانٹے سے کھانا کھائیگا۔ میں نے صرف ایک دو دفعہ اسکو چھری کانٹے سے کھانا کھاتے دیکھ کر نیچے آنکھ کر لی۔ اور اسی طرح اطمینان کے ساتھ چھری کانٹے سے کھانا شروع کر دیا جس پر روسی افسروں نے آپس میں روسی زبان میں کہا۔ کہ یہ چھری کانٹے سے کھانا جانتا ہے۔ کھانے کے بعد شراب کی بوتل اور ایک شیشے کا گلاس لایا گیا۔ انہوں نے تو بے تکلفی سے اس کو پیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ سوڈا واٹر کی بوتل ہے۔ مگر جونہی کہ

میں نے گلاس کو اٹھایا۔ یہ خیال کر کے۔ کہ شاید شراب ہو۔ گلاس میز پر رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد گلاس پینے کے لئے اٹھایا۔ اور بعد میں پھر رکھ دیا۔ پھر مجھ کو معاً خیال پیدا ہوا۔ کہ منہ کے قریب لے جاکر سونگھنا چاہیئے جب سونگھا۔ تو شراب کی بُو آئی۔ جس پر میں نے گلاس وہیں رکھ دیا۔ روسی افسر نے مجھ کو روسی زبان میں کہا۔ کہ پی لو۔ یہ انگور کی شراب ہے۔ جس پر میں نے ان کو کہا۔ کہ انگور تو اچھی چیز ہے۔ مگر اب اس کا پینا اچھا نہیں۔ پھر میں نے اس خیال سے کہ مجھ پر یہ زور نہ دیں انکو جلدی سے نصیحت کرنی شروع کر دی۔ کہ آپ بھی نہ پیا کریں۔ یہ اچھی چیز نہیں ہے۔ بلکہ بُری ہے۔ اس پر انہوں نے میرے لئے سوڈا واٹر کی بوتل منگوائی اور وہ میں نے پی لی۔

ماسکو میں

غالباً دوسرے یا تیسرے دن جب میں ماسکو میں پہنچا۔ تو مجھ کو اسٹیشن سے کار پر سوار کر کے قید خانہ میں لے گئے۔ راستہ میں کثرت کے ساتھ موٹو ٹراموے اور کاریں چلتی تھیں اور ٹراموے میں بیٹھنے والے لوگ مجھ کو غور سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ ان روسی افسروں نے مجھ کو کار میں۔ بیٹھنے والی سیٹ سے اتار کر نیچے جو پاؤں رکھنے کی جگہ ہے۔ وہاں بٹھا دیا۔ قید خانہ میں جب میں پہنچا۔ تو مجھ کو وہ قید خانہ کے دفتر میں لے گئے۔ اور وہاں انکے سپرد کر کے وہ چلے گئے۔

سب سے پہلے دفتر میں روسی افسر نے مجھ سے پوچھا۔ "بک یست" (کیا خدا ہے؟) میں نے کہا خدا ہے جس پر وہ حیران ہو گیا۔ اس جگہ میں یہ ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ زار کے قتل کے بعد جب لینن پریزیڈنٹ ہوا ہے۔ تو اس نے پریزیڈنٹ ہوتے ہی یہ اعلان کر دیا تھا۔ کہ "بک نیت سب سیم توارش یست" (خدا کوئی نہیں ہے سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں) چنانچہ زار کے قتل کرنے کے ساتھ ہی کئی پادری قتل کر دئے گئے تھے۔ اور کئی مسلمان بھی مار دئے گئے تھے۔ اور بہت سے ملک چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ کیونکہ بالشویک لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مذہب کی آڑ میں چونکہ لوگوں نے ملک کے امن کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس لئے اس کا صفایا ہی کرنا اچھا ہے۔ چنانچہ اس سارے ملک میں دہریت پھیل گئی تھی۔ اور وحشت کے سبب لوگ آزادانہ مذہبی عبادات کو بجا لانے سے بھی گھبراتے تھے۔ اسی وجہ سے مجھ کو عشق آباد اور تاشقند کے قید خانہ میں کئی قیدیوں نے ہمدردی اور شفقت سے کہا۔ کہ تم نمازیں اتنی نہ پڑھو۔ اور نہ خدا کا نام لو۔ یہ لوگ تم کو مار دینگے مگر میں یہی سمجھتا۔ کہ میری تو اصل غرض ہی یہاں آنے کی یہ ہے۔ کہ اس چیز کو نہ صرف خود قائم کروں بلکہ اوروں سے بھی یہ چیزیں کرواؤں۔ اس لئے جب کبھی ایسا دریافت کرنے کا موقع ہوتا۔ تو حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز (فداہ نفسی) کے یہ اشعار میں یاد کرتا۔

اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا
جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو گرچہ ہلانا پڑے ہمیں

جس پر کہ میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی اور بے اختیار دل سے یہ خواہش پیدا ہوتی۔ کہ خواہ کچھ ہو۔ مگر ایک دفعہ یہاں زور کے ساتھ خدا تعالےٰ کی توحید کو پیش کرونگا۔

اس روسی افسر نے مجھ کو دفتر میں کچھ روٹی کھانے کو دی۔ جس کو میں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ یہ کس طرح کھا سکوں گا۔ کیونکہ وہ میلی سی سیاہی مائل تھی۔ اور جب تھوڑی سی چکھی۔ تو وہ ترش اور بدمزہ تھی۔ اور عشق آباد اور تاشقند کے جیل خانوں میں جو روٹی وہ قیدیوں کو دیتے تھے۔ وہ اس سے شکل و ذائقہ میں بہت اچھی تھی۔ پھر میں نے دل کو تسلی دی۔ کہ شاید قید خانہ میں یہ روٹی نہ دیں۔ بلکہ گذشتہ قیدیوں میں جیسے روٹی ملتی تھی ویسے دیں۔ مگر بعد میں کچھ دن جب قید خانہ میں گذارے۔ تو مجھ کو وہ عموماً تنہا کمروں میں ہی قید رکھتے تھے۔ تو میں اس روٹی کو جس کو کھانے اور دیکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ کمرہ کی کھڑکی میں اس کے ٹکڑے ڈھونڈتا تھا۔ کہ وہ ملے۔ اور میں اسکو کھاؤں۔ کیونکہ قید خانہ میں روٹی کی مقدار جو وہ دیتے تھے۔ ۲۴ گھنٹہ میں چار یا ساڑھے چار چھٹانک سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔

جیل میں تبلیغ

دفتر سے مجھ کو قید خانہ میں لے گئے۔ جہاں آٹھ دس قیدی تھے۔ جن میں سے کچھ جرمنی قیدی بھی تھے اور کچھ روسی۔ میں ان کو روسی زبان میں تبلیغ کرتا۔ اور جب میں نماز پڑھتا۔ تو روسی سپاہی جو پہرہ پر ہوتے دیکھتے۔ اور صبح مجھ سے دریافت کرتے۔ کہ تم رات کو کیا پڑھتے تھے۔ چنانچہ ایک مسلمان سپاہی جو تاتار کا رہنے والا تھا۔ کہنے لگا۔ "بک مولیترا ئی" کیا نماز پڑھتے تھے۔ میں نے کہا ہاں۔

چنانچہ جب کھانے کا وقت آتا۔ تو سب قیدیوں نے جلدی سے سالن لینے کے لئے آگے ہونا۔ جب سب کے بعد میں نے لینا۔ تو اس سپاہی نے کہنا۔ کہ اس کو زیادہ دو۔ دو۔ وہ لوگ چونکہ قضائے حاجت کے جاتے وقت پانی کی بجائے کاغذ سے ہی کام لیتے تھے۔ اس لئے مجھ کو جب دیکھتے۔ کہ میں پانی ساتھ لیکر جاتا ہوں۔ تو وہ حیران ہوتے تھے۔ گویا کہ یہ کیسا عجیب آدمی ہے۔ جو پانی سے استنجا کرتا ہے۔

جیل کی تیسری منزل

چند دن وہاں رکھ کر وہ مجھ کو قید خانہ کی تیسری منزل میں لے گئے۔ جہاں علیحدہ انہوں نے مجھ کو رکھا۔ کچھ دن تو میرے ساتھ ایک اور قیدی تھا۔ اور بعد میں صرف مجھ کو اکیلا اس کمرہ میں رہنے دیا۔ وہ شخص جو میرے ساتھ تھا۔ اسکی باتوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ جاسوس ہے۔ جو میرے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس کمرہ میں تقریباً دو مہینہ تک میں تنہا رہا اور گاہے گاہے **مجھ سے وہ قید خانہ کی ٹٹی بھی صاف کروایا کرتے تھے۔** جس پر میں شوق سے ٹٹیاں صاف کرتا۔ اور میرے دل میں محبت اور عشق کے جذبات اس وقت اپنے پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے لئے جو اٹھتے میں بیان نہیں کر سکتا۔ کہ مولیٰ مجھ پر حضور کا کسقدر عظیم الشان احسان ہے۔ کہ مجھ کو خدمت دین کے لئے یہ کام بھی کرنا پڑا۔ میں ٹٹیاں صاف کرتا جاتا۔ اور بے اختیار میرے دل سے یہ آواز نکلتی۔

محمود میں تیرے واری محمود میں تیرے واری۔
محمود میں تیرے واری۔ محمود میں تیرے صدقے
محمود میں تیرے صدقے۔

مجھ کو کئی دفعہ یہ بھی خیال آتا۔ کہ ماسکو روس کا بہت بڑا شہر ہے۔ اور اگرچہ آج میں قید خانہ میں ہوں۔ مگر یقیناً ایک وقت آئیگا۔ کہ یہاں احمدی ہی احمدی ہونگے اور ہماری ہی حکومت ہوگی۔ گو اس وقت ہم کو بہت آرام ہوگا۔ مگر جو لطف اور خدا کی محبت کے حصول کا یہ وقت ہے۔ وہ بعد میں نہیں ملے گا۔ کیونکہ یہ زمانہ خدا کے جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب کا زمانہ ہے۔ اور خصوصاً اس عظیم الشان خلیفہ کا عہد..... خلافت ہے۔ جو مصلح موعود ہے۔ اور جن کی بشارت آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی۔ اور اولیاء امت دیتے آئے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ نے فرمایا۔ مے پسرش یادگارے بینم۔ کہ اس آنے والے مسیح و مہدی کا بیٹا میں ان کی یادگار دیکھتا ہوں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبردست پیشگوئیاں حضور کے متعلق ہیں۔

اے خدا تیرا مجھ پر کیسا انعام ہے۔ کہ مجھ ناچیز کو آپ کے عہد مبارک میں پیدا کر کے حضور کے لشکر کا ادنیٰ ترین سپاہی تو نے مجھ کو بنایا۔ اس کے مقابلہ میں ہزاروں بادشاہتیں ہیچ ہیں۔ اے مولا کریم ؎

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمتگزار

پھر میں یہ بھی دعا کرتا۔ کہ اے خدا میں پہلا مبلغ ہوں۔ جو ماسکو میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے ہوکر آیا ہوں۔ اے خدا تو مجھ کو توفیق دے۔ کہ میں قید خانہ میں ہی اچھی طرح تبلیغ کر سکوں۔

اس کمرہ میں ابھی چند دن ہی آئے کو ہوئے تھے۔ کہ مجھ کو بیان دینے کے لئے روسی حاکم کے پاس جانا پڑا۔ روسی حاکم کے سامنے جب میں پیش ہوا۔ تو اس نے ترجمان کے ذریعہ مجھ کو کہا۔ کہ تم پر ہمارا جاسوس ہونے کا شک ہے۔ کہ تم انگریزوں کے جاسوس بنکر ہمارے ملک میں آئے ہو۔ مگر تم کہتے ہو۔ کہ میں احمدی مبلغ اسلام ہوں۔ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ تم جاسوس ہو تو اس کی سزا قتل ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ تم مبلغ ہو۔ تو صرف یہ جرم ہے۔ کہ بغیر پاسپورٹ ہمارے ملک میں آگئے ہو۔ اسکی سزا چھ ماہ تک کی قید ہے۔ چنانچہ اس نے مجھ کو کتاب دکھلا کر دونو جرموں کی سزائیں پڑھ کر سنائیں۔ اور ساتھ ہی کہہ دیا۔ کہ میں تم کو دو دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اس کے بعد میں تم کو پھر بلا کر دریافت کرونگا۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ تم سچ سچ بتا دو ورنہ تم کو سخت سزا دی جائیگی۔ چنانچہ یہ حکم سنا کر مجھ سے دستخط کروا لئے۔ اور مجھ کو قید خانہ کے کمرہ میں تنہا رکھ دیا۔

راستہ میں جب میں اپنے کمرہ کو آ رہا تھا۔ تو کمرہ میں داخل ہوتے وقت میرے دل سے نہایت افسوس کے ساتھ یہ خیال پیدا ہوا۔ اور میں اپنے نفس میں کہتا جاتا۔ کہ اے خدا۔ اگر تیری خاطر میں ایک دفعہ نہیں **بلکہ ہزار بار بھی قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں تو میں تجھ سے عہد کرتا ہوں۔ کہ مولیٰ میں احمدیت کی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت ہی کرونگا**

آپ کمشنری ہیں۔ میری مدد کریں۔ میں چھٹی پر جانا نہیں چاہتا۔ اس نے کہا۔ کہ اگر تم کو چھٹی کی ضرورت نہیں۔ تو تم کو جبراً کون نکالتا ہے۔ تم کہہ دو۔ کہ ہم نہیں جائینگے۔ جب تحصیلدار صاحب کے ہم پیش ہوئے۔ تو تحصیلدار صاحب نے کہا۔ کہ ایشرداس چھٹی پر نہیں جانا چاہتا۔ کیونکہ اس کی درخواست رخصت کی نہیں ہے۔ تم اب واپس چلے جاؤ۔ میں نے تحصیلدار صاحب سے پوچھا۔ کہ جو پروانہ میں آپکے نام لایا ہوں۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ ایشرداس سے اس کو چارج دلادیا جائے۔ آپ اس کے برعکس اس سے وہ بات کرتے ہیں۔ آپ کو حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ اور اس کو اگر رخصت پر جانا منظور نہیں۔ تو بعد دینے چارج کے یہ رپورٹ کرے۔ کہ مجھے رخصت کی ضرورت نہیں۔ منسوخ کی جاوے۔ باضابطہ اس کے ساتھ آپ رعایت کر سکتے ہیں۔ تحصیلدار نے مجھے کہا۔ کہ تم ککے زئی ہو۔ میں نے کہا۔ کہ ککے زئی تو نہیں مگر قانون گو شیخ ضرور ہوں۔ تحصیلدار صاحب نے کہا۔ ایشرداس چارج اسکو دے دو۔ یہ میری بھی شکایت کریگا۔ ایشرداس نے اگلے دن حلقہ میں جاکر مجھے چارج دیدیا۔ اور زمینداروں سے کہنے لگا۔ کہ یہ ایک دو دن ہے۔ اس کا دم نہ کھانا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ مار کر لے جائے۔ ہم کل تنسیخ رخصت کے لئے درخواست کر دیگا۔ میں نے کہا۔ پنڈت صاحب! آپ کو ہو کیا گیا ہے۔ کل جو کی آپ نے ایسی کی۔ آج اس سے بڑھ کر قدم مار رہے ہیں۔ یہ تمام لوگ جانتے ہیں۔ کہ میں قائم مقام ہوں۔ پھر ایشرداس جب جانے لگا۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا کہ آج آپ میرے مہمان ہیں۔ میں آپ کو نہیں جانے دونگا۔ ایشرداس نے ہاتھ چھڑا کر کہا۔ کہ یہ لڑکا کیا شوخیاں دکھاتا ہے۔ یہ حلقہ میرا قدیمی ہے۔ آگ لینے آئی گھر والی بن بیٹھی۔ خیر ہر چند ایشرداس کو کہا گیا۔ مگر وہ نہ مانا۔ اور چلا گیا۔ میں نے زمینداروں سے اس کے چلے جانے کے بعد دریافت کیا۔ کہ ایشرداس نے رخصت کیوں لی تھی۔ اور اس کا منسوخ کرانا کیا معنے رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ پولیس میں اسکی ایک مسل مرتب ہوئی تھی۔ جس میں درج تھا کہ یہ پٹواری چوری کا مال کھاتا ہے۔ اور جب کوئی پکڑا جاتا ہے۔ تو اسکو ضمانت دلا کر چھڑا لاتا ہے۔ اس کی ضمانت ہونی چاہیئے۔ ہمارے علاقے میں جس قدر وارداتیں ہوتی ہیں۔ اسی کے ذریعہ سے ہوتی ہیں اس مقدمہ کی پیروی کے لئے اس نے رخصت حاصل کی تھی چار پانچ روز سے یہ مقدمہ فیصلہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب وہ رخصت منسوخ کرانا چاہتا ہے۔ جب مجھے یہ معاملہ معلوم ہوا تو میں نے ایک درخواست لکھی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ایشرداس پٹواری نے چھ ماہ رخصت کی درخواست برائے جانے درشن جگن ناتھ کی تھی۔ جگن ناتھ کا نام تو برائے نام تھا۔ اصل میں اس نے مقدمہ کی پیروی کے لئے یہ رخصت حاصل کی تھی۔ جو پولیس نے اس پر دائر کیا ہوا تھا۔ اس مقدمہ میں اسکی پانچ سو روپے کی ضمانت ہو چکی ہے۔ اور ایکٹ مالگذاری میں درج ہے۔ کہ اگر کسی ملازم مال کی ضمانت ہو جائے۔ تو اس کو برخاست کیا جائے۔

پہلے پٹواری کے خلاف رپورٹ کرنا اور اسکا موقوف ہوجانا

چونکہ ایشرداس کی ضمانت ہو چکی ہے۔ لہٰذا یہ ملازمت سے علیحدہ ہو جانا چاہیئے۔ میں نے اس عرضی کو تحصیلدار صاحب کے پاس نہیں بھیجا۔ بلکہ براہ راست افسر مال صاحب کو بھیجدیا۔ کیونکہ تحصیلدار صاحب اسکی رعایت کرتے تھے۔ دوسری طرف ایشرداس نے درخواست منسوخی رخصت تحصیلدار صاحب سے تصدیق کرا کر بھیجدی۔ کہ اس کی رخصت منسوخ کی جاوے اور چارج حلقہ اس کو دلا یا جاوے۔ یہ دونوں درخواستیں جب افسر مال صاحب کے پاس گئیں۔ تو افسر مال صاحب نے لکھا۔ کہ مسل ضمانت والی دفتر سے برآمد کرا کر بھیجدی جاوے۔ بعد ملاحظہ مسل کے افسر مال نے اسکی علیحدگی کی رپورٹ کردی۔ جو منظور ہو کر حکم آگیا۔ کہ برخاست کیا جاوے۔ اب افسر مال کے حکم سے بنام نمبرداران حکم جاری ہوا۔ کہ فلاں تاریخ کو جملہ نمبرداران حاضر ہو کر بیان کریں کہ ان کو کون پٹواری منظور ہے۔ اس حلقہ کے گیارہ نمبردار تھے اور اس زمانہ میں نمبرداروں کی رضامندی پر پٹواری مقرر کیا جاتا تھا۔ ایک لڑکا برہمنوں کا سنت رام کنجروڑ سے جو پاس کردہ پٹوار تھا۔ اور دولتمند تھے۔ انہوں نے ہر ایک نمبردار کو پچاس پچاس روپے دینے مقرر کئے۔ کہ ہم پر رضامندی دو۔ دس نمبرداروں نے لے لئے ایک نے انکار کیا۔ کہ میں نے غلام مرتضےٰ کو کہا ہوا ہے۔ اس کے برخلاف رضامندی نہیں دونگا۔ اس نے اس کو زیادہ رقم پیش کی۔ اور بہت لالچ بھی دیا۔ مگر وہ نہ مانا۔ جب افسر مال کے پیش ہوئے۔ تو دس نمبرداروں نے کہا کہ ہم کو سنت رام پٹواری چاہیئے۔ اور ایک نمبردار نے کہا۔ کہ مجھ کو غلام مرتضےٰ منظور ہے۔ افسر مال نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا اس میں کیا عذر ہے۔ میں نے کہا۔ اگر نمبرداران بالاتفاق رضامندی دیں۔ تو ان کے حقوق پر توجہ ہوتی ہے اگر ان کا اختلاف ہو جائے۔ تو وہ رضامندی کالعدم متصور ہوتی ہے۔ اور تقرری پٹواری کثرت رضامندی حصہ داران پر ہوتی ہے۔ اس لئے حصہ داروں کی طلبی کے لئے افسر مال نے تحصیلدار شکرگڑھ کو لکھدیا۔ کہ زمینداران حلقہ کو فلاں تاریخ بھیجدیں۔

مراسلات

بنگہ کے مکذب رحمت اللہ کے اعلان کی حقیقت

بنگہ ضلع جالندھر سے منشی فضلدین صاحب سکرٹری تبلیغ نے مندرجہ ذیل نوٹ بھیجا ہے۔ جسے ہم شائع کر رہے ہیں۔ کسی شخص رحمت اللہ نامی کے متعلق اخبار ”مجاہد“ میں شائع ہوا تھا۔ کہ وہ سلسلہ احمدیہ سے مرتد ہو گیا۔ چونکہ بنگہ ضلع جالندھر میں سلسلہ کے ایک نہایت پرانے بزرگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی میاں رحمت اللہ صاحب باغانوالے بھی رہتے ہیں۔ جو وہاں کی جماعت کے وائس پریذیڈنٹ بھی ہیں۔ ان کے احباب کو اس خبر سے شبہ گزرا کہ یہ اعلان ان کے متعلق کیا گیا ہے۔ اس لئے ان کے دوستوں کے حلقے میں تشویش پیدا ہو گئی۔ اس تشویش کو دور کرنے کے لئے منشی فضلدین صاحب نے اس تردید کی اشاعت ضروری سمجھی۔ میں اس اعلان کو شائع کرنے کے ساتھ یہ اعلان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میاں رحمت اللہ صاحب کے احباب مطمئن رہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے ایمان میں دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔

(ایڈیٹر)

بیحیا دنیا میں گرچہ ہم نے دیکھے ہیں بہت
سب پہ سبقت لیگئی ہے بیحیائی اب تری

ناظرین: ۔ اخبار ”مجاہد“ مورخہ ۱۵ر نومبر ۱۹۳۵ء ص۱۰ کالم اول میں ایک خبر بعنوان ”بنگہ کے سیٹھ رحمت اللہ صاحب مسلمان ہو گئے“ شائع ہوئی ہے۔ اس کے متعلق نہایت ہی مختصر عرض ہے۔ کہ رحمت اللہ مکذب ایک دنیا دار اور ابن الوقت شخص ہے۔ جو بالکل احمدی نہیں تھا بلکہ ایک دفعہ ۱۹۳۲ء میں اس مکذب نے میونسپل کمیٹی بنگہ کی ممبری کی درخواست دی۔ اور غیر احمدیوں کی مسجد میں جمعہ کے دن کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ آپ لوگ میری امداد کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت انہی لوگوں کے ذریعے سے وہ سخت ناکام اور ذلیل وخوار ہوا۔ اور خدا کے مصلح کا الہام ”انی مہین من اراد اہانتک“ بڑی عظیم الشان تجلی سے ظاہر ہوا۔ اس کے لئے بہتر تھا۔ کہ وہ اس سے سبق حاصل کرتا اور شوخی اور شرارت سے باز آجاتا مگر غربت اور مفلسی بری بلا ہوتی ہے۔ جو کہ انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ”کاد الفقر ان یکون کفراً“ مکذب نے محض اپنی دوکانداری کے لئے یہ اعلان کیا ہے۔ ورنہ اس کی اور کچھ حقیقت نہیں۔ اور یہ شخص بالکل احمدی نہیں تھا۔ چنانچہ مکذب رحمت اللہ کے والد سیٹھ اللہ دتا صاحب احمدی نے جو خط احقر کو لکھ کر دیا ہے۔ اسکی نقل حسب ذیل ہے:۔

”مکرمی فضلدین صاحب سیکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ بنگہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اخبار ”مجاہد“ مورخہ ۱۵ر نومبر ۳۵ء میں جو اعلان میرے لڑکے رحمت اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ وہ سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ وہ بالکل احمدی نہیں تھا۔ نہ اس نے کبھی آجتک بیعت کی تھی۔ نہ ہی کبھی چندہ دیا تھا۔ اور نہ کبھی اس نے نماز پڑھی تھی۔ بلکہ وہ بالکل بے نماز اور جھوٹا آدمی ہے۔ اور یہ اعلان اس نے محض اپنی دوکان کو چلانے کے لئے کیا ہے۔ لوگوں کو اس کے دھوکہ سے بچنا چاہیئے“

خاکسار سیٹھ اللہ دتا احمدی۔ بنگہ ضلع جالندھر ۲۲/۱۱/۳۵ء

(نوٹ) ناظرین کو واضح رہے۔ کہ رحمت اللہ مکذب ایک گمنام شخص ہے۔ اور احباب کو جناب مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب باغانوالیہ وائس پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بنگہ کے نام نامی واسم گرامی کے متعلق بالکل دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔ وہ بفضل خدا مخلص احمدی ہیں۔ اور آجکل قادیان میں تشریف فرما ہیں۔

احقر فضلدین احمدی بنگوی عفی عنہ سیکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ بنگہ ضلع جالندھر

ڈی بی پرائمری سکول کے خلاف جھوٹے پراپیگنڈہ کی حقیقت

اخبار ”احسان“ ۲۰ر نومبر میں مولوی محمد اللہ داد صاحب اول مدرس ڈی بی پرائمری سکول قادیان کے متعلق صریح دروغگوئی سے کام لیتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ کہ مولوی صاحب مذکور مقامی نیشنل لیگ کی امدادیہ کور میں سکول ٹائم کے وقت اپنی حاضری لگا کر پریڈ کرنے چلے جاتے ہیں حالانکہ پرائمری سکول میں مدرسین کی حاضری کا رجسٹر ہی نہیں ہوا کرتا۔ میں اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے خود دفتر نیشنل لیگ سے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نیشنل لیگ کی کور میں کوئی سرکاری ملازم یا پنشنر شامل نہیں ہو سکتا۔ بدیں وجہ مولوی صاحب مذکور کا نیشنل لیگ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں۔ چونکہ میں یہاں دس سال سے سرکاری ملازم ہوں۔ اس لئے صداقت کے اظہار اور اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو کچھ ”احسان“ میں لکھا ہے۔ اس سے سوائے جھوٹ اور شرارت کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا اور بندہ جناب ڈی۔ آئی صاحب گورداسپور کی خدمت میں پُرزور التماس کرتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کے ذریعہ قادیان کا ڈی بی پرائمری سکول نہایت عمدگی سے چل رہا ہے۔ عرصہ قریباً دو سال سے احرار نے اپنا مدرسہ علیحدہ کھولا ہوا ہے۔ اس وقت سے احرار کے لڑکے سب کے سب اس سکول سے نکل کر اپنے سکول میں داخل ہو گئے ہیں۔ اب مولوی صاحب کی کوشش سے قریباً ساٹھ لڑکے تعلیم پا رہے ہیں۔

خاکسار عبد المجید اہل سنت والجماعت مدرس ڈی بی پرائمری

وصایا

نمبر ۳۲۷۱ ۔ منکہ بشیر محمد ولد دتے خاں قوم راجپوت تاریخ بیعت ۱۹۰۰ء سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳۴/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری موجودہ جائیداد ایک مکان واقعہ محلہ دار الفضل قادیان جو بعوض مبلغ یک صد روپیہ میاں فضل دین صاحب دھرم کوٹی کے پاس رہن یا قبضہ [illegible] حصہ مبلغ ۳۷۵ روپے ہے اور میری ماہوار آمد [illegible] ہے ۔ میں اپنی ماہوار آمد کا تازیست ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا ۔ اور بعد وفات متروکہ جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔

اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم حصہ جائیداد کے طور پر بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کر لوں ۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کی جائیگی ۔

العبد ۔ نشان انگوٹھا بشیر محمد ۔ ۳۴/۷/۱

گواہ شد ۔ شیخ مبارک احمد ۔ ''

گواہ شد ۔ سید غلام غوث پنشنر ۔ ''

نمبر ۳۸۶۹ ۔ منکہ محمد نذیر ولد رحمت اللہ قوم قریشی عمر ۲۶ سال، پیدائشی احمدی سکنہ قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳۴/۱/۱۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ۔

اس وقت میری ماہوار آمدنی ۳۵/۰ روپے ماہوار ہے ۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا آٹھواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا میرے مرنے کے وقت جس قدر متروکہ ثابت ہو ۔ تو اس کے بھی ۱/۸ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔

العبد ۔ محمد نذیر مولوی فاضل ۔ کارکن دعوت و تبلیغ قادیان ۳۵/۱/۱۱

گواہ شدہ حکیم محمد فیروز الدین قریشی انسپکٹر بیت المال ۔ بقلم خود ۔

گواہ شد ۔ محمد عبد اللہ مولوی فاضل ۔ کارکن دعوۃ و تبلیغ

نمبر ۴۴۲۵ ۔ منکہ محمد حسین ولد محمد بخش قوم ککھوکھر تبلیغ عمر ۱۸ سال بیعت پیدائشی احمدی سکنہ قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج ۳۴/۱۲/۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے ۔ ایک مکان واقعہ محلہ دار الرحمت قادیان ضلع گورداسپور مالیتی قریباً ۴۰۰/۰ روپے ہے ۔ لیکن میرا گذارہ اس جائیداد پر نہیں ۔ بلکہ ماہوار آمد ہے ۔ جو کہ اس وقت مبلغ چالیس روپے ہے ۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا ۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں ۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کردوں ۔ تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا ۔

(نوٹ) اس وصیت پر ماہ اپریل ۱۹۳۱ء سے عمل درآمد ہوگا ۔

العبد ۔ محمد حسین مبلغ احمدی ۔ ۳۴/۱۲/۲۴

گواہ شد ۔ محمد ایوب احمد ۔ سابق ایس ۔ ایم ۔ قادیان

گواہ شد ۔ فضلدین احمدی ڈسٹری اسسٹنٹ دار الرحمت

نمبر ۴۴۴۴ ۔ منکہ رسالدار حاکم علی ولد قاسم علی خان قوم راجپوت پنوار یکجدی پیشہ ملازمت و زمینداری تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن کانپور تحصیل رہتک ضلع رہتک ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/ نومبر ۱۹۳۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

میری جائیداد پیدا کردہ خود تین مربعہ واقعہ چک ۲/۱ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں ہیں ۔ مربعہ ہائے ۸-۱۸-۹ مربعہ ہائے A-R-1 ۔ مذکور کا میں واحد مالک ہوں ۔ فی الحال مربعہ ہائے مذکورہ بالا جن کی مجموعی قیمت مالکانہ سرکاری منہا کر کے تقریباً سولہ ہزار روپیہ ہوگی ۔ میں سولہ ہزار روپیہ کے ۱/۸ حصہ کی دو ہزار روپیہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اور صدر انجمن قادیان دار الامان کو لکھ دیتا ہوں ۔ کہ جو رقم اس وصیت کی مد میں اپنی زندگی میں ادا کر دوں ۔ وہ اس سے منہا کی جاوے ۔

(۲) اس کے علاوہ چک ۳۶۹ ڈاکخانہ گنگا پور تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں دو مربعہ ہیں ۔ اور چک ۲۸ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں ۱۳ ایکڑ جو ابھی تک نیلام کی قسطوں کے ماتحت ہے ۔ فیصلہ ہونے پر اور کانپور ضلع رہتک کی اراضی زرعی و سکنی جو میری ملکیت ہے ۔ بعد فیصلہ ہونے کے بشرط زندگی حسب حال فیصلہ کرونگا ۔ جو میری ماہوار آمدنی ہوگی وہ میں اس آمد کے حساب سے تازیست ادا کرتا رہونگا ۔

اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی بموجب میری تحریر کے +

العبد ۔ رسالدار حاکم علی خاں بقلم خود پنشنر حال آباد قادیان دار الامان محلہ باب الانوار ۔

۱۸/۱۱/۳۵

گواہ شد ۔ محمد عبد اللہ

گواہ شد ۔ فخر الدین پنشنر دار الفضل قادیان ۳۵/۱۱/۱۸

نمبر ۱۱۹ ۔ منکہ منظور محمد ولد منشی احمد جان ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۶/۶/۲۳ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ والد صاحب کے متروکہ مکانات واقعہ شہر لودھیانہ میں سے جو حصہ میرا ہے اس میں سے تیسرا حصہ کمیٹی کو دے دیا جائے ۔ اس تیسرے حصہ پر کمیٹی کو پورا اختیار ہے ۔ یہ کل تین مکان ہیں ان میں سے ایک مکان بیری والا خام تو خاص میرے نام پر والد صاحب نے پچیس برس کے قریب عرصہ ہوا بقیمت ۱۸۰ روپیہ میں خریدا تھا ۔ لیکن بعد میں اس کو از سر نو بھائی صاحب نے تعمیر کیا تھا اس بات کا تصفیہ ان سے پوچھ کر ہوگا ۔ کہ انہوں نے یہ روپیہ کہاں سے لے کر لگایا تھا ۔ اور کیا بوقت فروخت اصل زر خرید میرا ہے یا سب ۔ یا روپیہ منافع میں ہم سب بھائی بہن والدہ شریک ہیں ۔ دوسرے دو مکان جن میں ایک بڑا پختہ مکان ہے ۔ اور دوسرا خام جس کا نام لنگر خانہ ہے ۔ ان دونوں مکانوں میں میرا حصہ مشترک ہے ۔ لنگر خانہ کی چھتیں بھی بھائی صاحب نے نئے سرے سے ڈالی تھیں ۔ یہ روپیہ بھی معلوم نہیں کہ انہوں نے کہاں سے لیا ۔ اس کا بھی تصفیہ ان سے پوچھکر ہوگا ۔ اس وقت میرے ایک بڑے بھائی اور تین بہنیں اور ایک والدہ صاحبہ زندہ موجود ہیں ۔ ایک بڑی بہن بڑی عمر میں اور ایک بحالت شیر خوارگی فوت ہو چکی ہیں ۔ میں اس وقت نہیں بتلا سکتا ۔ کہ مجھے کس قدر حصہ ملے گا ۔ اس وقت تینوں مکانوں کی قیمت فروخت قریباً اڑھائی تین ہزار روپیہ ہوگی ۔ اس میرے حصہ میں سے باقی دو حصے موافق شرع تقسیم کئے جائیں اور اس کے علاوہ جو جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میرے قبضہ میں آوے ۔ اس کا دسواں حصہ کمیٹی کو دیا جائے باقی موافق شرع تقسیم ہو ۔ موجودہ مکانات متروکہ والد صاحب مرحوم کا حدود اربعہ یہ ہے ۔

مشرق ۔ کوچہ عام ۔ شمال ۔ کوچہ عام ۔ غرب ۔ مکان منشی عارف علی و منشی عنایت حسین ۔ جنوب ۔ مکان منظور محمد موصی ۔ ولد منشی احمد جان صاحب ۔

اور میرے مکان کا حدود اربعہ یہ ہے ۔

مشرق ۔ کوچہ عام ۔ غرب ۔ دیوار احمد شاہ ڈاکٹر شمال ۔ مکان مشترکہ متروکہ والد صاحب ۔ جنوب ۔ مکان رحیم بخش و محمود کشمیریاں ۔ دیوار اپنی ہے ۔ رحیم بخش و محمود کی نہیں ۔

العبد ۔ منظور محمد بقلم خود ۔ انگوٹھے کا نشان

گواہ شد ۔ نور الدین (خلیفۃ المسیح اول رض)

گواہ شد ۔ افتخار احمد ۔

گواہ شد ۔ مظہر قیوم بقلم افتخار احمد ۔

آنکھوں کا ہسپتال

ڈاکٹر ایس محمد عبد اللہ صاحب نے ایک ہسپتال آنکھوں کا قادیان میں کھول رکھا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب کے متعلق میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں ۔ کہ ڈاکٹر صاحب جو ایک نوجوان آدمی ہیں ۔ آنکھوں کے متعلق ان کی معلومات اچھی ہے ۔ اور اپنے گھر کے اکثر افراد کا علاج ان سے وقتاً فوقتاً کرایا ہے ۔ اور ان کے علاج سے فائدہ اٹھایا ہے ۔ جو احباب پسند کریں کہ وہ ایام جلسہ میں اپنی آنکھوں کے متعلق کوئی طبی مشورہ یہاں سے حاصل کریں تو وہ اگر ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب سے مشورہ لیں ۔ تو مجھے امید ہے ۔ کہ ان سے مشورہ لینا خالی از فائدہ نہ ہوگا

(محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا ۔